زُبدۃ الفِکر

شرح

نُخبَۃُ الفِکر

امام ابن حجر العسقلانی

الشارح

مولانا محمد ناصر القادری المدنی

الناشر

المدینۃ العلمیۃ

پی او بکس نمبر 16752

کراچی پاکستان

Email : ilmia92@hotmail.com

زبدة الفكر

شرح

نخبة الفكر

مصنف :۔ امام ابن حجر العسقلانی رضی اللہ عنہ

الشارح۔ مولانا محمد ناصر القادری المدنی

ناشر



المدينة العلمية

٧٨٦
مــــــدینہ
٩٢

تقریظِ جلیل از قلم ڈاکٹر مفتی علامہ ابوبکر صدیق القادری زید مجدہ

شیخ الحدیث جامعۃ المدینۃ گلستان جوہر کراچی

الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الانبیاء
والمرسلین وعلیٰ الہ اجمعین

علامہ امام حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی بے مثال تالیف ''نخبۃ الفکر فی مصطلح اھل الاثر'' فن اصول حدیث کا منہ بولتا شاہکار ہے اور یقیناً فن اصول حدیث میں اساس کی حیثیت رکھتی ہے۔

شیخ الاسلام علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر کردہ یہ جامع اور مرتب تالیف فن اصول حدیث میں مہارت وواقفیت کے حصول کے لئے بے مثال ہے اور اب اس کی آسان اردو شرح جو کہ علامہ مولانا ناصر الدین ناصر عطاری زید مجدہ نے بنام ''زبدۃ الفکر شرح نخبۃ الفکر'' تحریر فرمائی ہے۔ یقیناً طلباء کے ساتھ ساتھ مدرسین بھی اس شرح سے مستفید ہوسکیں گے۔

الحمدللہ اس شرح کو تفصیلاً پڑھنے کا موقعہ ملا میں نے اس شرح کو درس نظامی کے طلباء کے لئے بہترین اور بے حد مفید پایا۔ درس نظامی کی کتب میں اس شرح کی کمی ایک عرصے سے محسوس کی جارہی تھی۔

حدیث کی اقسام باعتبار قوت وضعف' ان کے درجات اور محدثین کرام کے درمیان استعمال کی جانے والی اصطلاحات کو سمجھنے اور ان میں مہارت وواقفیت حاصل کرنے کے لئے طلباء کو ایک ایسی ہی شرح کی تلاش تھی جیسی کہ علامہ موصوف نے تحریر فرمائی علامہ موصوف کی تالیف کردہ شرح نخبۃ الفکر اپنے حسن ترتیب اور آسان ترجمہ کے سبب یقیناً تمام مدارس اسلامیہ کے لئے مفید ہوگی۔

ترتیب کچھ یوں ہے کہ اوپر نخبۃ الفکر با اعراب رکھی گئی ہے تا کہ طلباء اسکو حفظ کر سکیں متن کے نیچے درسی ترجمہ ہے جو کہ آسان الفاظ کے سبب طلباء کے لئے بہت زیادہ مفید ہوگا پھر نیچے نخبۃ الفکر کی شرح ہے اس میں علامہ موصوف نے بھر پور کوشش کی ہے کہ پوری کتاب اپنے الفاظ میں ہی مرتب کی جائے اور ہر ہر اصطلاح کی علیحدہ علیحدہ تعریف کی جائے۔

الحمدللہ علامہ موصوف اپنی اس کوشش میں کامیاب ہوئے۔

امید ہے کہ طلباء اس شرح کے ذریعے فن اصول حدیث سے پوری واقفیت اور مہارت حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے (انشاء اللہ عزوجل) اور ''نخبۃ الفکر'' حل کرنے کے قابل ہو جائیں گے۔ (انشاء اللہ عزوجل)

اللہ عزوجل کی بارگاہ میں دعا گو ہوں کہ علامہ موصوف کی اس عملی خدمت کو مقبول فرما کر اسے مدرسین، طلباء اور تمام مدارس اسلامیہ کے لئے مفید بنائے اور انہیں اس سعی جلیل کا بہترین صلہ عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

محمد ابوبکر صدیق عطاری عفی عنہ

۷۸۶

تقریظ از قلم مناظر اسلام علامہ منظور احمد صاحب فیضی مدظلہ

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم وعلی الہ وصحبہ اجمعین

ادیان میں سے سچا دین' اسلام ہے اسلام اور بانیِ اسلام کی حقانیت کے دلائل میں سے اہم ترین اور افضل ترین دلیل کلام معجز قرآن کریم ہے جو خیر وخوبان سیاح لامکان' عزیز وحمدیت مالک مملکت احدیث نبی امی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی زبان مبارک سے ظاہر ہوا۔ اور قرآن کریم سمجھنا موقوف ہے' بیان مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم پر جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لِتُبَيِّنَ لِلنَّاس لہٰذا بغیر احادیث مصطفیٰ ﷺ کے قرآن کریم کا سمجھنا مشکل بلکہ محال ہے اور احادیث کے جاننے کے لئے اقسام حدیث کا جاننا بے حد ضروری ہے۔ اور اصول حدیث کے بغیر احادیث کا پرکھنا مشکل ہے۔

لہٰذا ائمہ محدثین نے اس علم میں کتب تصنیف فرمائیں مختصراً اور جامع مقدمہ برکت رسول اللہ تعالیٰ فی الھند شیخ المحققین والمحدثین الامام المجدد الشیخ الشاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا اس فن میں شاہکار ہے اور حافظ الدنیا حافظ الشرق والغرب امام المحدثین غبط المحدثین حافظ ابن حجر عسقلانی قدس سرہ النورانی کو حدیث اور اصول میں ید طولی حاصل ہے وہ تو ان دونوں فنون میں شمس بازغہ ہیں۔

فاضل جلیل عالم نبیل حضرت مولانا علامہ ناصر حسین صاحب دامت فیوضہم نے حافظ عسقلانی کی کتاب اصول حدیث کا ترجمہ وتشریح فرما کر اہل سنت کے طلبہ مشتاقان حدیث پر احسان فرمایا یہ سب امیر اہل سنت پروانہ سنت عاشق رسول مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم حضرت ابوالبلال مولانا محمد الیاس قادری مدظلہ العالی کی نظرِ عنایت اور فخر المحدثین مفتی ابوبکر

صدیق زید علمہ وعملہ کی نگاہِ تلطف کا صدقہ ناصر صاحب ناصرِ دین بن کر دین مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت کررہے ہیں بعض مقامات سے کتاب کو دیکھا حسن پایا (اللہ کرے زور قلم اور زیادہ) کتاب اور صاحب کتاب کو اللہ تعالیٰ شرف قبولیت سے نوازے۔

رقمہ محمد منظور احمد فیضی مہتمم جامعہ فیضیہ رضویہ وفیض الاسلام احمد پور شرقیہ ضلع بہاولپور حال خویدم الحدیث جامعۃ المدینۃ گلستان جوہر کراچی

۲۷ ذو القعدہ ۱۴۲۲ھ

الانتساب

میں اپنی اس شرح کو اُس عاشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے نام انتساب کرتا ہوں۔

جو

آفتاب طریقت وشریعت ہے

جو

ماہتاب رشدو ہدایت ہے

جو منبعِ انوار ولایت ہے

جو

خلوت وجلوت اور رفتار وگفتار میں سنت مصطفیٰ (ﷺ) کی عملی تصویر ہے۔

جس کی تعلیمات گناہوں کی بیماروں کے لئے دوائے اکسیر ہے

جس کی

ذات اتباع رسول (ﷺ) کی عملی تفسیر ہے

جو

ہم بھٹکے ہوؤں کو عشق مصطفیٰ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) کی روشن راہ پر چلانے والا ہے جو ہم خاکساروں کو تعظیم انبیاء ومرسلین، احترام آل واصحاب علیہم السلام اور عقیدت اولیاء علیہم الرضوان عطا کر کے کیمیا بنانے والا ہے۔

اللہ عزوجل کی بارگاہ میں اور اس کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے دعا گو ہوں کہ اس عاشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم امیر اہلسنت ابوالبلال حضرت علامہ مولانا ابوالبلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی کا سایہ رحمت تادیر ہمارے سروں پر قائم ودائم فرمائے اور عوام اہلسنت کو آپ کی عمر وعلم اور عمل کے ذریعے انوار وبرکات عطا فرمائے۔

(آمین بجاہ النبی رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ واصحابہ وسلم)

صاحب کتاب کا تعارف

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ

حافظ ابن حجر کا پورا نام احمد بن علی بن حجر عسقلانی ہے لقب شہاب الدین اور کنیت ابوالفضل ہے۔

پیدائش :۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ۲۳ شعبان ۷۷۳ھ میں مصر میں پیدا ہوئے۔

تحصیل علم :۔ علم کے حصول کے لئے آپ نے مصر' اسکندریہ' شام' قبرص' حلب' حجاز' یمن وغیرہ کا سفر اختیار کیا۔ گو کہ آپ نے مختلف ممالک کے علماء کرام سے تحصیل علم فرمایا مگر آپ کے خاص اساتذہ میں حافظ زین الدینؒ عراقی اور حافظ سراج الدین بلقینی رحمہم اللہ قابل ذکر ہیں۔ ان علماء کرام کے حلقہ درس میں حاضر ہو کر فن حدیث میں اس قدر عبور حاصل کیا کہ حافظ حدیث کے لقب سے سرفراز کیے گئے۔

علمی سرگرمیاں :۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ نہ صرف بیس سال تک مصر کے قاضی القضاۃ مقرر رہے بلکہ اس کے علاوہ گوناگوں مصروفیات کے باوجود مختلف علوم و فنون پر ڈیڑھ سو سے زائد تصنیفات تحریر فرمائیں۔ آپ کی تحریر چونکہ تحقیق' تنقیح اور جدت سے مرصع ہوتی تھی لہٰذا ان کی تصانیف نے نہ صرف آپ کی زندگی میں شرف قبولیت حاصل کیا بلکہ آج بھی اپنی مقبولیت برقرار رکھے ہوئے ہیں آپ کی مشہور تصانیف میں سے چند کے نام یہ ہیں۔

تہذیب ا لتہذیب' تقریب التہذیب' لسان المیزان' الاصابۃ فی معرفۃ الصحابۃ' بلوغ المرام' نخبۃ الفکر' فتح

الباری۔

وصال :۔ آپ نے آواخر ذی الحجہ ۸۵۲ھ میں قاہرہ مصر میں وصال فرمایا اور طیلمی کے پہلو میں مدفون ہوئے آپ کے جنازے میں بادشاہ مصر اور امراء ورؤساء نے بھی شرکت کی سعادت حاصل کی۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب ''حسن المحاضرہ'' میں تحریر فرمایا کہ مرحوم حافظ ابن حجر کے جنازے میں شہاب منصوری شاعر موجود تھے انہوں نے کہا کہ مجھے بھی جنازے میں شرکت کی سعادت حاصل ہوئی جب جنازہ مصلے کے قریب لایا گیا تو اگرچہ بارش کا موسم نہ تھا تاہم دفعۃً بارش برسنا شروع ہوگئی۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلحَمْدُلِلّٰہِ الَّذِی لَمْ یَزَلْ عَالِمًا قَدِیْرًا وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ الَّذِی اَرْسَلَہٗ اِلَی النَّاسِ کَآفَّۃً بَشِیْرًا وَ نَذِیْرًا

ترجمہ :۔ سب خوبیاں اللہ کے لئے جو ہمیشہ سے عالم و قادر ہے اور اللہ عزوجل کی رحمت ہمارے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جن کو اللہ عزوجل نے تمام لوگوں کی طرف خوشخبری دینے اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا۔

تشریح :۔ سب خوبیاں اللہ عزوجل کے لئے جو مالک ہے سارے جہانوں کا اور خالق ہے تمام عالمین کا اور پاک ہے ہر عیب و نقص سے اس کا علم ہر شے کو محیط ہے سب کو ازل میں جانتا تھا اب بھی جانتا ہے اور ابد میں بھی جانے گا اشیاء بدلتی ہیں اس کا علم نہیں بدلتا دلوں کے خطروں اور وسوسوں پر اسی کو خبر ہے اس کے علم کی کوئی انتہا نہیں وہ ظاہر و پوشیدہ سب کو جانتا ہے علم ذاتی اس کا خاصہ ہے جو شخص علم ذاتی غیر اللہ کے لئے ثابت کرے کافر ہے علم ذاتی کے یہ معنی کہ کسی کے عطا کے بغیر خود بخود حاصل ہو۔

دورد پاک تمام پریشانیوں کو دور کرنے کے لئے اور تمام حاجات کی تکمیل کے لئے کافی ہے ہمارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک فرمان مبارک کا مفہوم کہ جو کوئی مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے تو اللہ تبارک و تعالیٰ اس کی ایک سو حاجات کو پورا فرماتا ہے ۷۰ حاجتیں آخرت کی اور ۳۰ حاجتیں دنیا کی۔

حضرت ابوالفضل الکندی رحمۃ اللہ علیہ کو انتقال کے بعد عیسیٰ بن عباد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خواب میں دیکھ کر دریافت کیا کہ حق تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا ؟ انہوں نے جواب دیا میرے ہاتھ کی صرف دو انگلیوں نے مجھے نجات دلائی حضرت

عیسیٰ بن عباد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تعجب وحیرانی سے پوچھا کہ اس کا کیا مطلب ہے؟ انہوں نے فرمایا بات یہ ہے کہ جب میں کتاب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک لکھتا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اسم گرامی کے بعد درود پاک لکھا کرتا تھا۔

حضرت عبداللہ بن حکم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر پوچھا فرمایئے اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا آپ نے فرمایا "میرے رب نے مجھے بخش دیا مجھے آراستہ کر کے جنت میں بھیجا گیا اور مجھ پر جنت کے پھول اس طرح نچھاور کیئے گئے جس طرح دلہن پر درہم و دینار نچھاور کیئے جاتے ہیں میں نے اسی عزت افزائی کی وجہ پوچھی تو بتایا گیا کہ اپنی کتاب "الرسالہ" میں حضور ﷺ پر تو نے جو درود لکھا ہے یہ اس کا اجر ہے۔

اَمَّا بَعْدُ : فَإِنَّ التَصَانِيْفَ فِى اصْطِلَاحِ أَهْلِ الْحَدِيْثِ قَدْ كَثُرَتْ و بُسِطَتْ واخْتُصِرَتْ فَسَأَلَنِى بَعْضُ الاخْوَان أَنْ أُلَخِّصَ لَهُ اَلْمهِمَّ مِنْ ذٰلِكَ فَأَجَبْتُهُ إِلٰى سُؤَالِهِ رَجَاءَ الْإِ دِرَاجِ فِيْ تِلْكَ الْمَسَالِكِ۔

ترجمہ :۔ اللہ عزوجل کی حمد اور نبی کریم ﷺ پر صلوٰۃ وسلام کے بعد عرض ہے کہ بے شک محدثین کی اصطلاحات کے بارے میں کثیر کتب موجود ہیں، جن میں ضخیم بھی ہیں اور مختصر بھی، چنانچہ مجھ سے بعض بھائیوں نے درخواست کی کہ میں ان میں سے اہم باتوں کا خلاصہ کروں چنانچہ میں نے (محدثین) کے راستوں میں داخل ہونیکی امید پر اس کام کے لئے حامی بھرلی۔

تشریح :۔ ہر جائز کام سے پہلے اللہ عزوجل کی حمد اور نبی کریم ﷺ پر صلوٰۃ وسلام بھیجنا مستحب ہے قرآن پاک بھی حمد سے شروع ہوا اور حضرت آدم علیہ

السلام کا کلام بھی حمد سے شروع ہوا اسی طرح صلوٰۃ وسلام پڑھنا بھی مستحب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ایمان والوں کو حکم فرماتا ہے۔

''ان اللّٰہ وملکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما''

یہاں صلوا کے عموم سے معلوم ہوا کہ ہر وقت درود پڑھنا مستحب ہے اس کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں یہی وجہ ہے کہ اسلاف کا یہ طریق رہا کہ ہر نیک کام شروع کرنے سے پہلے اللہ عزوجل کی حمد اور نبی کریم ﷺ پر صلوٰۃ وسلام پڑھتے اور پھر کام شروع کرتے تھے اسی لئے حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اسی طریقے پر عمل کرتے ہوئے اپنی کتاب کی ابتداء اللہ عزوجل کی حمد اور سرکار ﷺ پر درود کا نذرانہ بھیجتے ہوئے کی:

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ گو کہ فن ''اصول حدیث'' میں کافی تصانیف موجود ہیں جن میں بعض تصانیف مختصرا اور بعض طویل ہیں۔ مگر ان کتب کی موجودگی میں بھی چونکہ میرے بعض احباب نے مجھ سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ اس موضوع یعنی اصول حدیث پر لکھی گئی کتابوں کا آسان الفاظ میں خلاصہ کروں چنانچہ میں نے اپنی اس تصنیف کے ذریعے اپنے احباب وتلامیز کی خواہش پوری کرنے کی کوشش کی ہے امید ہے لہٰذا کہ اللہ عزوجل میرا شمار بھی ان محدثین کے زمرے میں فرمائے گا جنہوں نے علم حدیث کے سلسلے میں بے شمار خدمات انجام دیں۔

فاقول : الخبر : اِمَّا اَن یَّکُوۡنَ لَہٗ طُرق بِلَا عَدَدٍ مُعَیَّن اَوۡمَعَ حَصۡر بمَا فَوۡق الاِثۡنَیۡنِ اَوۡبِھِمَا اَوۡبِوَاحِدٍ فَالۡاَوَّلُ : المتواتِرُ المفید للعلم الیقینی بشروطہ والثَّانی : اَلۡمشھُوۡرُ ھُو

المستفيض على رَأيِ وَالثَّالِثُ : العزيزُ وليس شرطا للصحيح خلافا لمن زَعَمَهُ وَالرَّابِعُ : الغَرِيبُ وَسِوى الْاَوَّلِ اٰحَادٌ

ترجمہ :۔ میں کہتا ہوں کہ خبر کے لئے یا تو غیر معین اسناد ہوں گی یا تعداد کے تعین کے ساتھ ہوں گی' دو سے زیادہ سندیں ہوں گی یا دو ہوں گی یا ایک سند ہوگی پس پہلی "متواتر" ہے جو اپنی شرائط کے ساتھ علم یقینی کا فائدہ دیتی ہے اور دوسری "مشہور" ہے اور ایک رائے کے مطابق مستفیض ہے اور تیسری "عزیز" ہے' اور وہ شرط نہیں ہے (حدیث) صحیح کے لئے برخلاف اس کے جس نے اسے شرط خیال کیا' اور چوتھی "غریب" ہے اور سوائے پہلی (متواتر) کے باقی احاد کہلاتی ہیں۔

تشریح:۔

حدیث کی اقسام :۔ سندوں کی تعداد کے اعتبار سے حدیث کی چار قسمیں ہیں' (۱) متواتر' (۲) مشہور (مستفیض)' (۳) عزیز' (۴) غریب۔

پہلی یعنی متواتر کے علاوہ باقی تینوں کو "اخبار احاد" کہا جاتا ہے۔

احاد :۔ احاد واحد کی جمع ہے۔ از روئے لغت خبر واحد وہ حدیث ہے جس کو ایک شخص روایت کرے اصطلاحی تعریف یہ ہے کہ۔

هو مالم يجمع شروط المتواتر

"جس حدیث میں خبر متواتر کی شرائط میں سے کوئی شرط نہ پائی جائیں وہ خبر واحد ہے"

خبر متواتر :۔ تواتر کے لغوی معنی ہیں کسی چیز کا یکے بعد دیگر اور لگاتار آنا۔ جب مسلسل بارش ہو تو عرب کہتے ہیں "تواتر المطر" اور اصطلاحی معنی یہ ہیں کہ کسی حدیث کو

اس قدر زیادہ لوگ روایت کرنے والے ہوں کہ عقلاً انکا جھوٹ پر متفق ہونا محال ہو۔

متواتر کی شرائط :۔ (۱) سند کی کثرت اس میں کئی اقوال ہیں کسی نے کہا کہ کم از کم دس افراد روایت کرنے والے ہوں کیونکہ یہ جمع کثرت ہے بعض نے چار بعض نے ستر اور بعض نے تین سو تیرہ کہا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ متواتر کے راویوں کی تعداد میں اختلاف ہے تحقیق یہ ہے کہ یہ اتنے لوگ ہوں جن کا عادتاً کذب پر متفق ہونا محال ہو یہ معاملے کے حساب سے ہے جیسا مسئلہ ہوگا اس میں حدیث کے تواتر کے لئے اس کے مطابق ہی تعداد رواۃ کا لحاظ رکھا جائے گا مثلاً اگر عمومی اور روزمرہ زندگی میں پیش آنے والا معاملہ ہو تو رواۃ کی تعداد ستر بلکہ تین سو تیرہ تک ہوسکتی ہے جبکہ خصوصی و خفیہ مسئلے میں ان کی تعداد چار یا دس تک بھی ہوسکتی ہے اس لئے کوئی خاص تعداد معین نہیں۔

(۲) ابتداء سے انتہا تک راوی کثیر ہوں یعنی یہ کثرت سند کے تمام طبقات میں پائی جائے۔

(۳) اور یہ کثرت اس درجے کی ہو کہ عادتاً اتفاقاً انکا کذب پر متفق ہونا محال ہو۔

(۴) روایت کا منتہی کوئی امر حسی ہو مثلاً وہ کہیں ہم نے سنا ہم نے سونگھا یا ہم نے چھوا یا ہم نے دیکھا اور اگر روایت کا منتہی عقل پر ہو مثلاً حدوثِ عالم تو یہ خبر متواتر نہیں ہے۔

خبر متواتر کا حکم :۔ جب خبر، تواتر کی شرائط کو پورا کرے تو خبر متواتر ہونے کی وجہ سے علم بدیہی کا فائدہ دیتی ہے جس کا سننے والا ایسی تصدیق کرتا ہے جیسا کہ اس نے

خودمشاہدہ کیا ہو گویا اسے سننے سے ایسا یقین حاصل ہوتا ہے جیسا خودمشاہدہ کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔

خبرمتواتر کی اقسام :۔ خبر متواتر کی دو قسمیں ہیں (۱) متواتر لفظی (۲) متواتر معنوی۔

(۱) متواتر لفظی :۔ اس سے مراد وہ خبر ہے جو الفاظ و معنی دونوں اعتبار سے متواتر ہو خبر متواتر لفظی کی مثال:

حدیث :۔ عن انس ان النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم قال من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النار۔

ترجمہ :۔ ''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔''

(۲) متواتر معنوی :۔ اس سے مراد وہ خبر ہے جو معنی کے اعتبار سے متواتر ہو۔ مگر لفظاً متواتر نہ ہو جیسے دعا کے لئے ہاتھ اٹھانے والی احادیث مبارکہ وغیرہ۔

(۲) حدیث مشہور :۔ یہ وہ حدیث ہے جو دو سے زائد سندوں سے مروی ہو لیکن حدِ تواتر سے کم ہو علامہ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں ''ایک رائے کے مطابق حدیث مشہور حدیث مستفیض ہے اور بعض آئمہ حدیث نے فرق کیا ہے۔ مستفیض اور مشہور کے درمیان کے مستفیض تو وہ حدیث ہے جس کی ابتداء اور انتہا میں کثرت طرق برابر ہوں اور مشہور عام ہے اس سے۔''

پہلی رائے کے مطابق مشہور و مستفیض میں تساوی کی نسبت ہے اور دوسری رائے کے مطابق مشہور عام ہے اور مستفیض خاص ہے۔

حدیث مشہور کی مثال :۔

حدیث :۔ المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده۔

ترجمہ :۔ ''مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں''۔

(۳) حدیث عزیز :۔ عزیز کے لغوی معنی نادر اور کمیاب کے ہیں۔ حدیث عزیز کو اس لئے عزیز کہتے ہیں کہ یہ نادر الوجود ہے۔ علامہ ابن حجر رحمہ اللہ اس کی تعریف یوں فرماتے ہیں۔

حدیث عزیز وہ ہے جس کی سند کے ہر طبقے میں دو سے کم راوی نہ ہوں اس کی مثال یہ حدیث ہے کہ امام بخاری' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام مسلم حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

"لایؤمن احد کم حتیٰ اکون احب الیه من والده وولده والناس اجمعین"

ترجمہ :۔ تم میں سے کوئی بھی اسی وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اسے اس کے والدین اور اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

(۴) حدیث غریب :۔ غریب کے لغوی معنی ہیں منفرد' اجنبی' مسافر اور اس کے اصطلاحی معنی علامہ ابن حجر رحمہ اللہ یہ بیان فرماتے ہیں۔

''غریب اس حدیث کو کہتے ہیں جس کی سند میں کسی جگہ بھی راوی متفرد ہو۔''

یعنی وہ حدیث جس کا راوی صرف ایک ہو خواہ ہر طبقے میں ایک ہو یا کسی بھی طبقے میں ایک رہ گیا ہو۔

وَفِیْهَا الْمَقْبُوْلُ وَفِیْهَا الْمَرْدُوْدُ لِتَوَقُّفِ الاسْتِدْلَالِ بِهَا عَلٰی الْبَحْثِ عَنْ احْوَالِ رُوَاتِهَا دُوْنَ الْاَوَّلِ وَقَدْیَقَعُ فِیْهَا مَایُفِیْدُ

الْعِلْمَ النَّظَرِيَ بِالْقَرَائِنِ عَلى الْمُخْتَارِ۔

ترجمہ :۔ اور کبھی ان میں ایسی بات پائی جاتی ہے جو مذہب مختار پر قرائن کے سبب علم نظری کا فائدہ دیتی ہے۔ ان میں بعض مقبول ہیں اور بعض مردود کیونکہ احادیث میں استدلال کا دارومدار ان کے راوی ہیں۔

تشریح :۔ ان تینوں یعنی مشہور، عزیز اور غریب میں قوت وضعف کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں مقبول اور مردود، پھر مقبول کی بھی دو قسمیں ہیں۔

خبر الآحاد (یعنی مشہور، عزیز، غریب)

مقبول　　　　مردود

معمول بہ　　　　غیر معمول بہ

راویوں کا قوت وضعف خبر الاحاد ہی میں دیکھا جاتا ہے خبر متواتر میں نہیں دیکھا جاتا۔ کیونکہ راویوں کی کثرت کی وجہ سے خبر متواتر میں شک وشبے کا امکان نہیں رہتا، پھر خبر الاحاد میں اگر راوی میں قوت ہو تو قرائن کی موجودگی میں خبر الآحاد بھی علم یقینی کا فائدہ دیتی ہے۔

مقبول :۔ راویوں کے حالات اور قوت وضعف کے اعتبار سے مقبول کی دو قسمیں ہیں معمول بہ، غیر معمول بہ۔

مردود:۔ وہ خبر ہے جو روای کے غیر معتبر ہونے یا راوی کے ساقط ہو جانے کی وجہ سے علم یقینی کا فائدہ نہ دے۔

ثُمَّ الْغَرَابَةُ إِمَّا اَنْ تَكُونَ فِي اَصْلِ السَّنَدِ اَوْلا فَالأَوَّلُ الْفَرْدُ الْمُطْلَقُ وَالثَّانِي الْفَرْدُ النِّسْبِيُّ وَيَقِلُّ إِطْلَاقُ الْفَرْدِيَّةِ عَلَيْهِ

ترجمہ :۔ پھر غرابت یا تو اصل سند کے اول میں ہو گی یا نہیں بصورت اول فرد مطلق

ہے اور بصورت ثانی فرد نسبی اور اس (دوسری) پر فردیت کا اطلاق کم ہوتا ہے۔

تشریح :۔ حدیث غریب کی تعریف پیچھے گزر چکی یہاں علامہ ابن حجر رحمہ اللہ اس کی قسمیں بیان فرما رہے ہیں، حدیث غریب کی دو قسمیں ہیں (۱) فرد مطلق (۲) فرد نسبی فرد مطلق کو غریب مطلق اور فرد نسبی کو غریب نسبی بھی کہتے ہیں۔

فرد مطلق :۔ اس سے مراد یہ ہے کہ حدیث کے اول میں تفرد ہو یعنی صحابی سے صرف ایک تابعی روایت کرے جیسے حدیث شریف۔

"الولاء لمحة النسب إلَّا يُبَاعُ وَلَا يُوْهَبُ وَلَا يُوْرَثُ"

ترجمہ :۔ ولاء ایک قرابت ہے نسبی قرابت کی طرح نہ وہ بیچی جاسکتی ہے نہ بخشی جاسکتی ہے اور نہ ہی میراث میں دی جاسکتی ہے۔

اس حدیث کو عبداللہ بن دینار تابعی، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔ عبداللہ بن دینار حضرت ابن عمر سے یہ روایت کرنے میں منفرد ہیں۔ کبھی یہ تفرد ایک راوی میں ہوتا ہے اور کبھی سند کے سارے راویوں میں ہوتا ہے۔

فرد نسبی :۔ اس سے مراد وہ حدیث ہے جس میں درمیان سند میں غرابت ہو اس کو فرد نسبی اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں ایک راوی کے اعتبار سے تفرد نسبی ہوتی ہے یعنی اس راوی سے نسبت کرتے وقت جب حدیث بیان کریں گے تو اس راوی کے اعتبار سے یہ حدیث غریب ہوتی ہے لیکن آگے جا کر یہی حدیث ممکن ہے مشہور ہو چکی ہو۔

نوٹ :۔ فرد کا اطلاق اکثر فرد مطلق پر ہوتا ہے اور غریب کا اطلاق اکثر فرد نسبی ہوتا ہے

وَخَبَرُ الْآحَادِ : بِنَقْلِ عَدْلٍ ' تَامِّ الضَّبْطِ ' مُتَّصِلِ السَّنَدِ ' غَيْرِ مُعَلَّلٍ ' وَلَا شَاذٍ ' هُوَ الصَّحِيْحُ لِذَاتِهٖ '

ترجمہ :۔ اور خبر احاد جو کہ ایک عادل' تام الضبط راوی سے مروی ہو متصل السند ہو۔

نہ معلل ہو اور نہ اس میں شذوذ پایا جائے تو وہ (حدیث) صحیح لذاتہ ہے

تشریح :۔ حدیث صحیح وہ حدیث ہے جس کی سند میں اتصال ہو اس کے راوی عادل اور تام الضبط ہوں اور وہ حدیث غیر شاذ و غیر معلل ہو۔

(۱) سند متصل :۔ یعنی سند کے شروع سے آخر تک کوئی راوی ساقط نہ ہو۔

(۲) عدالت رواۃ:۔ یعنی سند حدیث میں موجود ہر ہر راوی عادل ہو یعنی غیر فاسق صالح، متقی اور بامروت ہو۔

(۳) ضبط رواۃ :۔ یعنی سند کا ہر راوی کامل الضبط ہو۔
مکمل محفوظ کرنے کی صلاحیت کو ضبط کہتے ہیں۔

ضبط کی دو قسمیں ہیں' (۱) ضبطِ صدر (۲) ضبطِ کتاب

(۱) ضبط صدر :۔ اتنی اچھی طرح ذہن نشین کر لینا کہ بغیر کسی جھجک کے بیان کر سکے اور اسے بیان کرنے میں کوئی مشکل نہ ہو۔

(۲) ضبط کتاب :۔ اتنی اچھی طرح لکھ رکھنا اور لکھے ہوئے کی تصحیح کر لینا کہ کوئی شبہہ باقی نہ رہے۔

(٤) غیر معلل :۔ یعنی اس حدیث میں کوئی علت خفیہ قادحہ نہ ہو جس کی وجہ سے حدیث کی صحت پر اثر پڑے جیسے مرسل کو متصل بیان کر دینا۔

(٥) غیر شاذ :۔ یعنی اس کی روایت شاذ نہ ہو اور شاذ یہ ہے کہ ثقہ راوی اپنے سے زیادہ ثقہ راوی کی مخالفت کرے یا ثقہ کی حدیث میں اوثق کی حدیث سے کوئی لفظ زیادہ ہو۔

نوٹ :۔ اگر محدث کسی حدیث کو یہ فرمائیں کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے تو اس میں کئی احتمالات ہو سکتے ہیں۔

(۱) ہوسکتا ہے کہ محدث کا مطلب یہ ہو کہ یہ حدیث صحیح لذاتہ نہیں تو ممکن ہے کہ یہ حدیث صحیح لغیرہ ہو۔

(۲) اسی طرح ہوسکتا ہے کہ حسن ہو یا حسن لغیرہ ہو۔

(۳) ہوسکتا ہے کہ ان محدث کی شرائط پر صحیح نہ ہو مگر دوسرے محدثین کی شرائط پر صحیح ہو۔

غرض یہ کہ کئی احتمالات ہیں اور حدیث کے کئی درجے ہیں تو یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ بعض گمراہ فرقے کسی محدث کے قول "یہ حدیث صحیح نہیں" سے استدلال کرتے ہوئے عوام کو گمراہ کرتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح نہیں تو موضوع ہے حالانکہ صحیح اور موضوع کے درمیان بہت سے درجات ہیں اگر ہم یہ بات یاد رکھیں تو گمراہوں کے جال سے عوام کو بچا سکتے ہیں۔ اللّٰہ اللهم انی اسئلک علماً نافعاً

وَتَتَفَاوَتُ رُتَبُهٗ بِسَبَبِ تَفَاوُتِ هٰذِهِ الْأَوْصَافِ وَمِنْ ثَمَّ قُدِّمَ صَحِيْحُ الْبُخَارِيِّ ثُمَّ مُسْلِمٍ ثُمَّ شَرْطُهُمَا۔

ترجمہ :۔ ان اوصاف کے تفاوت کی وجہ سے اس (صحیح لذاتہ) کے درجے مختلف ہوتے ہیں اسی وجہ صحیح بخاری اور پھر صحیح مسلم اور پھر ان دونوں کی شرائط کو فوقیت دی گئی۔

تشریح :۔ گذشتہ اوراق میں جو اوصاف بیان کئے گئے ان اوصاف میں تفاوت کی وجہ سے حدیث صحیح کے مراتب مندجہ ذیل ہیں۔

(۱) جس حدیث پر صحیح بخاری اور صحیح مسلم متفق ہوں۔

(۲) جس حدیث کو امام بخاری نے روایت کیا ہو۔

(۳) جس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہو۔

(۴) جو حدیث امام بخاری اور امام مسلم دونوں کی شرائط پر ہو لیکن انہوں نے اس کو

روایت نہ کیا ہو۔

(۵) وہ حدیث جو صرف امام بخاری کی شرائط پر ہو لیکن انہوں نے اسے روایت نہ کیا ہو۔

(۶) وہ حدیث جو صرف امام مسلم کی شرائط پر ہو لیکن انہوں نے اسے روایت نہ کیا ہو۔

(۷) جو حدیث دوسرے آئمہ حدیث کی شرائط پر صحیح ہو۔

فَإِنْ خَفَّ الضَّبْطُ فَالْحَسَنُ لِذَاتِهٖ وَبِكَثْرَةِ الطُّرُقِ يُصَحَّحُ

ترجمہ :۔ پس اگر ضبط (محفوظ کرنے کی صفت) کم ہو وہ حسن لذاتہٖ ہے اور کثرت طرق (اسناد) کی وجہ سے (یہ حدیث) صحیح لغیرہ قرار دی جاتی ہے۔

تشریح :۔ حدیث حسن:۔ حسن کے لغوی معنی جمال کے ہیں اور اصطلاحی تعریف یہ ہے کہ وہ حدیث جس کے راوی کے ضبط میں کچھ کمی ہو اور حدیث صحیح کی باقی سب شرائط پائی جاتی ہوں تو وہ حدیث حسن لذاتہ ہے۔

حدیث صحیح لغیرہ :۔ جب حدیث حسن لذاتہٖ متعدد اسناد سے مروی ہو تو صحیح لغیرہ کہلاتی ہے کیونکہ اس طرح راوی کے ضبط میں کمی کا معاملہ جس کی وجہ سے ہم نے حدیث کو صحیح نہیں قرار دیا تھا وہ کمی اب پوری ہو چکی ہے لہٰذا اب ہم نے اس کو صحیح حدیث قرار دیا لیکن اس کا نام صحیح لغیرہ رکھا۔ کیونکہ اس میں اور صحیح لعینہٖ میں بہرحال فرق ضرور ہے۔

حدیث حسن لغیرہ :۔ یہ وہ حدیث ہے جو راوی میں ثقاہت کی کمی یا ثقاہت کے نہ ہونے کی وجہ سے ضعیف قرار دے دی گئی ہو لیکن متعدد سندوں سے مروی ہونے کی بناپر اس کو حسن لغیرہ قرار دیا جاتا ہے۔

فَإِنْ جُمِعَا فَلِلتَّرَدُّدِ فِي النَّاقِلِ حَيْثُ التَّفَرُّدُ وَإِلَّا فَبِاعْتِبَار

اسنادین۔

ترجمہ :۔ پھر اگر جمع کیا جائے (صحیح وحسن) دونوں کو تو یہ راوی میں تردد کی وجہ سے ہوتا ہے جبکہ تفرد ہو (یعنی وہ حدیث ایک ہی سند سے ہو اس کے لئے دوسری سند ثابت نہ ہو) ورنہ دونوں ہی سندوں کے اعتبار سے ہوگا۔

تشریح :۔ جب کسی حدیث پر دو حکم لگائے جائیں جیسا کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عادت کریمہ ہے کہ فرماتے ہیں مثلاً حدیث حسن صحیح وغیرہ اس کی مندرجہ ذیل وجوہات ہیں۔

(۱) امام ترمذی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس سند کے صحیح یا حسن ہونے میں تردد ہو یعنی کسی راوی کے بارے میں تردد ہوتا ہے کہ وہ کامل الضبط ہے یا اس کے ضبط میں کچھ کمی ہے تو ایسی صورت میں امام ترمذی علیہ الرحمۃ اس کے بارے میں حسن "صحیح" کہتے ہیں۔ یہ اسی صورت میں ہے کہ وہ حدیث ایک ہی سند سے مروی ہو اور اگر ایسا نہ ہو بلکہ اسی حدیث کے لئے ایک سے زیادہ اسناد ثابت ہوں تو ایسی کی توجیہہ درج ذیل ہے۔

(۲) جب حدیث کی ایک سے زیادہ اسناد ہوں تو وہاں حسن "صحیح" کہنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ ایک سند کے اعتبار سے حسن اور دوسری سند کے اعتبار سے صحیح ہے۔

(۳) یہ حدیث جس کو حسن صحیح کہا گیا حسن لذاتہٖ ہو اور صحیح لغیرہ ہو اس کے علاوہ مزید توجیہات بھی ہیں جو فن حدیث کی کتابوں میں دیکھی جا سکتی ہیں۔

وَزِيَادَةُ رَاوِيهِمَا "مَقْبُوْلَةٌ" مالم تَقَعْ مُنَافِيَةً لِمَنْ هو اَوْثَقُ' فَإن خُوْلِفَ بِأَرْجَحَ' فَالرَّاجِحُ' "المحفوظ" ومُقَابِلُه" الشَّاذُّ ومع الضُّعْفِ' فَالرَّاجِحُ' المعروفُ ومقابلُه "المنكر"

ترجمہ :۔ اور ان دونوں (حسن اور صحیح) کے راویوں کی زیادت (الفاظ) مقبول ہے

جب تک زیادتی روایت اوثق کے منافی نہ ہو پھر اگر راجح کی مخالفت کی گئی تو راجح محفوظ ہے اور اس کا مقابل شاذ ہے اور اگر (مخالفت) ضعف کے ساتھ کی گئی تو راجح معروف ہے اور اس کا مقابل منکر ہے۔

تشریح :۔

مقبول :۔ حدیث حسن یا صحیح میں اگر ثقہ راوی الفاظ کی ایسی زیادتی بیان کرے جو اوثق راوی بیان نہ کرے اور وہ اوثق کے خلاف بھی نہ ہو تو اس کے ان زائد الفاظ کو حدیث کا باقی ماندہ حصہ کہیں گے جسے اوثق راوی کسی وجہ سے بیان نہیں کر سکا۔

شاذ و محفوظ :۔ جو راوی ضبط کی زیادتی' کثرت عدد یا دوسری وجوہ ترجیح سے راجح ہو اس کی روایت کو محفوظ اور جو اس راجح راوی کی مخالفت کرے وہ اس کی بنسبت مرجوح ہو تو اس کی روایت کو شاذ کہیں گے۔

معروف :۔ اگر ضعیف راوی ثقہ راوی کی مخالفت کرے تو ضعیف کی روایت کو منکر اور ثقہ کی روایت کو معروف کہتے ہیں۔

مُنکَر :۔ منکر انکار کا اسم مفعول ہے جب راوی میں فحش غلطی یا کثرت غفلت یا فسق کا طعن ہو تو اس کی حدیث کو منکر کہتے ہیں۔

وَالْفَرْدُ النِّسْبِیُّ ان وَافَقَہٗ غَیْرُہٗ فھو الْمُتَابِعُ وإن وُجِدَ مَتْنٌ یُشْبِھُہٗ "فھو الشَّاھِدُ" وتَتَبُّعُ الطُّرُقِ لذلک ھو "الإعتبارُ"

ترجمہ :۔ اور فرد نسبی اگر کوئی اور راوی کی موافقت کرے تو وہ "متابع" ہے اور اگر کوئی ایسا متن پایا جائے جو اس (فرد نسبی) سے مشابہت رکھتا ہو تو وہ "شاہد" ہے اور اس مقصود کے لئے سندوں کی تلاش کو اعتبار کہتے ہیں۔

تشریح :۔ متابع اگر سند حدیث میں روای کو فرد نسبی مانا جا رہا تھا پھر تلاش سے یہ معلوم

ہوا کہ جس راوی کو متفرد سمجھا جارہا تھا وہ راوی متفرد نہیں اس کی متابعت ایک اور راوی بھی کررہا ہے تو وہ حدیث غرابت سے نکل جاتی ہے تو اس متفرد سمجھے جانے والے راوی کو ''متابع'' کہتے ہیں اور اس کی متابعت کرنے والے راوی کو متابع کہتے ہیں متابعت کرنے والا اگر متفرد کے شیخ سے روایت کرے تو اس کو متابعت تامہ کہتے اور اگر متفرد کے شیخ الشیخ سے روایت کرے تو اسے ''متابعت قاصرہ'' کہتے ہیں۔

شاهد :۔ اس کے لغوی معنٰی گواہ کے ہیں اور اصطلاح میں وہ حدیث ہے جو فرد نسبی کے متن کے ساتھ موافقت کرے' موافقت' لفظی اور معنوی دونوں طرح کی ہوسکتی ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ صرف معنوی موافقت ہو۔

اعتبار :۔ فرد نسبی کی روایت کے لئے متابع اور شاہد تلاش کرنے کے عمل کو اعتبار کہتے ہیں۔

ثُمَّ الْمَقْبُوْلُ ان سَلِمَ من المُعَارَضَةِ فهو المُحْكَمُ و إن عُورِضَ بِمِثْلِه : فإن أمْكَنَ الْجَمْعُ فهو ''مُخْتَلِفُ الحديث'' اوثبت الْمُتَأخِّرُ فَهُو''النَّاسِخُ''وَالآخَرُ الْمَنْسُوْخُ'' و ال افالتَّرْجِيْح ثُمَّ ''التَّوَقُّفُ''

ترجمه :۔ پھر مقبول اگر مخالفت سے محفوظ ہو تو وہ اسے محکم کہتے ہیں اور اگر اسی ''مقبول'' کی مخالفت اسی کی مثل کے ذریعے کی گئی ہو تو اگر جمع ممکن ہو تو وہ ''مختلف الحدیث'' ہے اور اگر بعد والی ثابت ہوگئی تو یہ (بعد والی) ناسخ ہے اور پہلی منسوخ ہے بصورت دیگر ایک کو ترجیح دی جائے گی یا پھر توقف کیا جائے گا۔

تشریح :۔ خبر الاحاد یعنی مشہور' عزیز اور غریب کی قوت وضعف کے حساب سے دو قسمیں ہیں۔ (۱) مقبول (۲) مردود پھر خبر مقبول کی بھی دو قسمیں ہیں (۱) معمول بہ'

(۲) غیر معمول بہ

خبر الاحاد

مقبول　　　مردود

معمول بہ　　　غیر معمول بہ

ناسخ　مختلف الحدیث　محکم　راجح　　منسوخ　متوقف فیہ　مرجوح

محکم :۔ یہ وہ حدیث معمول بہ ہے جو مخالفت سے محفوظ ہو یعنی کوئی حدیث اس کے معارض نہ آئے۔

مختلف الحدیث :۔ یہ وہ مقبول متعارض حدیثیں ہیں جن میں ظاہری طور پر تعارض ہو لیکن علماء تعارض دور کردیں تو وہ مختلف الحدیث کہلاتی ہے۔

جیسا کہ لاعدویٰ ولا طیرۃ نہ بیماری اڑ کر لگتی ہے نہ بدفالی کوئی شئی ہے اور دوسری حدیث میں ہے فِرَّمِنَ الْمَجْزُوْمِ فرَارَكَ مِنَ الاسد ''جذامی سے بھاگ جیسے شیر سے بھاگتا ہے'' بظاہر یہ متعارض نظر آرہی ہیں اصلاً اس میں کوئی تعارض نہیں تفصیلات کے لئے اعلیٰ حضرت امام اہلسنت احمد رضا رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا رسالہ ''الحق المجتلیٰ فی حکم المبتلیٰ'' فتاویٰ رضویہ جلد دہم حصہ اول صفحہ ۲۴۱ دیکھئے۔

الناسخ و المنسوخ :۔ جب دو مقبول حدیثوں میں تطبیق ممکن ہو تو اسی کو مختلف الحدیث کہتے ہیں اور اگر تطبیق ممکن نہ ہو مگر ان میں سے ایک کا موخر اور دوسری حدیث کا مقدم ہونا معلوم ہو جائے تو پہلی ناسخ اور دوسری منسوخ کہی جاتی ہے۔

ترجیح :۔ وہ دو مقبول حدیثیں جن کو جمع کرنا بھی ممکن نہ ہو ان میں کسی کا مقدم اور موخر ہونا بھی پتا نہ چل سکے مگر ایک حدیث کو کسی وجہ سے ترجیح دی جاسکے تو وہ حدیث راجح ہے

اور دوسری مرجوح ہے۔

توقف :۔ وہ دو مقبول احادیث جن کو جمع کرنا ممکن نہ ہو اور نہ ہی مقدم اور موخر کا پتہ چل سکے اور نہ ہی کسی حدیث کو ترجیح دینا ممکن ہو تو پھر ان احادیث کے بارے میں توقف کیا جائے گا اور وہ حدیث متوقف فیہ کہلائیں گی۔

ثم الْمَرْدُوْدُ : إمَّا أن يكونَ لِسَقْطٍ' اوطَعْنٍ' فالسَّقْطُ : إمَّا أن يكونَ من مبادى السَّنَدِ' من مُصَنِّفٍ' أومن آخِرِه' بعد التَّابِعِيِّ' اوغيرِ ذٰلِكَ' فَالْأَوَّلُ : المُعَلَّقُ' وَالثَّانِي : "المُرْسَلُ" والثالث : إن كَانَ بِاثْنَيْنِ' فَصَاعِداً' مَعَ التَّوالِيْ' فهو "المُعْضَلُ" وإلاَّ فَالْمُنْقَطِعُ۔

ترجمہ :۔ پھر حدیث مردود یا تو سقوط راوی کی وجہ سے یا پھر طعن کی وجہ سے مردود ہوگی پھر سقوط راوی یا تو سند کی ابتداء میں مصنف کی طرف سے ہوگا یا اس کے آخر میں تابعی کے بعد ہوگا یا اس کے علاوہ ہوگا پس پہلی "معلق" دوسری مرسل اور تیسری اگر دو یا دو سے زیادہ کا سقوط مسلسل ہو تو وہ معضل ہے ورنہ "منقطع"۔

تشریح :۔ حدیث مردود وہ حدیث ہے جس کی اسناد سے کوئی راوی ساقط و محذوف ہو یا کسی راوی میں طعن ہو خبر مردود کی کئی اقسام ہیں ان میں سے اکثر کا مستقل نام رکھا ہوا ہے اور بعض کا کوئی مستقل نام نہیں بلکہ انہیں صرف "ضعیف" کے نام سے موسوم کرتے ہیں سقوط راوی کے اعتبار سے حدیث مردود کی چار قسمیں ہیں۔

(١) معلق' (٢) مرسل' (٣) معضل' (٤) منقطع

اسباب رد :۔ کسی حدیث کے مردود ہونے کے دو سبب ہیں۔

(١) سند سے کسی راوی کا سقوط' (٢) راوی میں طعن۔

سقوط راوی :۔ اس کی دو قسمیں ہیں (۱) سقوط ظاہر، (۲) سقوط خفی

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حدیث کی جو چار اقسام بیان کی ہیں ان چاروں اقسام کا تعلق سقوط ظاہر سے ہے۔

سقوط ظاہر :۔ اس کو سقوط واضح بھی کہتے ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ راوی کا ساقط ہونا ظاہر اور واضح ہو۔ یہ سقوط، راوی اور اس کے شیخ سے ملاقات نہ ہونے سے جانا جاتا ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ راوی نے اپنے شیخ (جس سے روایت کر رہا ہو) کا زمانہ نہ پایا ہو۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ راوی نے شیخ کا زمانہ تو پایا لیکن ملاقات نہیں کی یا ملاقات تو ہوئی لیکن راوی کو اجازت و وجادت کچھ بھی نہیں۔ یہ باتیں جاننے کے لئے ضروری ہے کہ راوی کے حالات جانے جائیں کہ وہ کب پیدا ہوا کب وصال ہوا کتنے سفر کہاں کہاں کئے، راوی اور شیخ کے درمیان کتنا فاصلہ تھا، کیا یہ دونوں کسی ایک شہر میں جمع ہوئے پس اس کا جاننا بنسبت سقوط خفی کے آسان ہے۔

اجازت :۔ محدث جب کسی راوی کو اپنے سامنے (بالمشافہ) یا کتابت کے ذریعے یا عام اجازت کے ذریعے اپنی سند کی روایت کی اجازت دیدے اگرچہ دونوں میں کبھی ملاقات نہ ہوئی ہو۔

وجادت :۔ محدث کی جمع کی ہوئی کتاب اس کے قلم کی لکھی ہوئی مل جائے یا اس کے قلم کی لکھی ہوئی کوئی حدیث مل جائے اور بعد تحقیق یہ واضح ہو جائے کہ یہ حدیث فلاں محدث کی لکھی ہوئی ہے تو "وَجَدْتُ بخطِّ فلَان" کہہ کر اس محدث کی سند سے روایت کرنا جائز ہے اور اس کو روایت "بالوجادۃ" کہتے ہیں۔

سقوط خفی :۔ سقوط خفی کو سوائے حدیث کے ماہر آئمہ کے کوئی نہیں سمجھ سکتا کہ راوی کا سقوط کہاں پایا گیا۔

حدیث معلق :۔ تعلیق کے لغوی معنی ہیں کسی چیز کو کسی چیز کے ساتھ لٹکانا علامہ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں جب سند کے اول سے مصنف کے تصرف سے راوی کو ساقط کر دیا جائے تو وہ حدیث معلق ہے۔ حدیث معلق کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ چند راوی یا پوری سند کو حذف کر دیا جائے اس کی مثال:۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم کذا

حدیث معلق کا ذکر مردود کی اقسام میں اس لئے کیا گیا ہے کہ جس راوی کو حذف کیا گیا اس کا حال معلوم نہیں ہے اور اگر اس راوی کا کسی اور سند میں ذکر ہونا اور ثقہ ہونا معلوم ہو جائے تو ہم اس حدیث پر صحت کا حکم لگائیں گے۔

اگر مصنف کتاب یہ کہے کہ میں نے جن راویوں کو حذف کیا ہے وہ سب ثقہ ہیں تو یہ تعدیل علی الابہام ہے اور یہ حدیث جمہور کے نزدیک مقبول نہیں کیونکہ ہم یہ نہیں جانتے کہ مصنف کی تعدیل کی شرائط کیا ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ اس کی شرائط پوری ہوں لیکن جمہور کی شرائط پوری نہ ہوں لہذا یہ حدیث اس وقت تک مقبول نہ کی جائے گی جب تک راوی کا ذکر نہ ہو اور راوی کا ثقہ ہونا ثابت نہ ہو جائے۔

اگر وہ حدیث کسی ایسی کتاب میں ہو جس کے مصنف نے صحت کا التزام کیا ہو جیسے امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمتہ اللہ علیہ کی کتابیں یعنی صحیحین اور یہ محدّثین بصیغہ جزم ذکر کریں مثلاً قَالَ یا ذَکَرَ تو اس کا مطلب ہے کہ اس حدیث کی سند اس محدّث کے نزدیک ثابت ہے اس نے کسی غرض (مثلاً اختصار یا تکرار) سے بچنے کے لئے سند کو حذف کیا تو یہ حدیث مقبول ہوگی تحقیق یہ ہے کہ صحیح بخاری کی تعلیقات میں بھی احادث ضعیفہ ہیں اور اگر ایسی ہی کتاب کی روایت کو صیغہ مجہول کے ساتھ روایت کیا جائے مثلاً یذکَرُ یُقَالُ وغیرہ تو اس میں طویل بحث کی ضرورت

ہے۔

حدیث مرسل :۔ حدیث مرسل وہ حدیث ہے جس میں سند کا آخری حصہ بیان نہ کیا جائے یعنی تابعی حدیث بیان کرے اور صحابی کا نام نہ لے وہ مرسل ہے اس کی مثال عن سعید بن المسیب ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نھی عن المزاینہ ”سعد بن میتب سے کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے مزاینہ سے منع فرمایا' اس حدیث کو یعنی مرسل کو مردود میں ذکر کرنے کی وجہ سے یہ ہے کہ جو راوی محذوف ہے اس کا حال ہم نہیں جانتے ہم یہ بھی نہیں جانتے کہ وہ راوی صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ہے یا تابعی میں سے کیونکہ یہ بھی ممکن ہے کہ تابعی نے کسی دوسرے تابعی سے سن کر روایت کردی ہو اور دوسرے راوی نے تیسرے تابعی سے سنی ہو۔ عقلاً تو یہ سلسلہ طویل سکتا ہے لیکن عملاً ایسا چھ سے سات تابعین تک پایا گیا ہے۔

علامہ ابن حجر علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ”اگر کسی تابعی کی یہ عادت معروفہ ہے کہ وہ صرف ثقہ راوی ہی میں ارسال کرتا ہے تو جمہور محدثین پھر بھی توقف کرتے ہیں۔ حدیث معلق کیطرح اس میں بھی ہم نہیں جانتے کہ مروی عنہ کی ثقہ کی شرائط کیا ہیں؟ ہوسکتا ہے اس کے نزدیک ثقہ ہو اور دوسرے کے نزدیک ثقہ نہ ہو۔ امام احمد رحمہ اللہ کا ایک قول یہی ہے فقہائے مالکیہ اور فقہائے احناف رحمہم اللہ اور امام احمد کا دوسرا قول یہ ہے کہ حدیث مرسل مطلق مقبول ہے۔ امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں اگر اس کی تائید کسی اور سند سے ہو جائے تو مقبول ہے ورنہ نہیں۔“

احناف کے نزدیک حدیث مرسل کا حکم :۔ احناف اور جمہور رحمہم اللہ کے نزدیک حدیث مرسل حجت ہے یعنی مقبول ہے جبکہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک مرسل حدیث مردود کی اقسام میں ہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ حدیث مرسل کو حدیث معلق پر

قیاس کرتے ہوئے مردود کا حکم لگاتے ہیں جبکہ دونوں میں بیِّن فرق یہ ہے کہ حدیث معلق میں ہم راوی کے حالات سے بے خبر ہوتے ہیں اور حدیث مرسل میں ایسا نہیں کیونکہ روایت کرنے والے تابعی ہیں اور تابعین حضرات کی عادت تھی کہ وہ غیر ثقہ سے ارسال نہیں کیا کرتے تھے زیادہ تر روایات وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لیا کرتے اور صحابہ تمام کے تمام عدل وثقہ ہیں۔

حدیث معضل :۔ معضل کے لغوی معنی سخت مشکل ''اور تھکا دینے والا کام'' کے ہیں اور اصطلاحاً وہ حدیث جس کی سند میں دو یا دو سے زیادہ راوی مسلسل ساقط ہوں حدیث معلق اور حدیث معضل کے درمیان نسبت عموم وخصوص من وجہ ہے۔

(۱) جب حدیث کی ابتدائے سند میں صرف ایک راوی ساقط ہو تو وہ حدیث معلق ہے معضل نہیں۔

(۲) جب سند کی ابتداء میں متواتر دو راوی ساقط ہوں تو یہ حدیث معلق بھی ہے اور معضل بھی۔

(۳) جب سند کے درمیان سے دو راوی مسلسل ساقط ہوں تو یہ معضل ہے اور معلق نہیں۔

حدیث منقطع :۔ یہ وہ حدیث ہے جس کی سند میں کسی وجہ سے انقطاع پایا جائے یعنی عدم اتصال کی بنا پر حدیث کو منقطع قرار دیا جاتا ہے اس کا اطلاق اکثر اس حدیث پر ہوتا ہے جس میں تابعی سے نیچے درجے کا کوئی شخص صحابی سے روایت کرے۔

ثم قد يكونُ واضحاً أوخفيّاً، فالأوّل : يُدْرَكُ بعدم التَّلاقِيْ، ومن ثَمَّ احْتِيْجَ إلى التَّارِيخ : والثَّاني : المُدلَّسُ : ويَرِدُ بِصِيْغَةٍ تَحْتَمِلُ اللُّقِيَّ، كَعَنْ وقَالَ : وكذا المُرسَلُ الْخَفِيُّ، من مُعَاصِرِ

لَم یَلْقَ

ترجمہ :۔ پھر کبھی (سقوط) واضح ہوتا ہے کبھی خفی، پس سقوطِ واضح کا ادراک ملاقات کے نہ پائے جانے سے کیا جاتا ہے، اور اس لئے علم تاریخ کی ضرورت پیش آئی اور دوسری ''مدلس'' ہے۔ (وہ یہ ہے کہ) راو ایسے صیغہ کے ساتھ روایت کرتا ہے جو کہ ملاقات کا احتمال رکھتا ہے جیسے کہ لفظ عن اور لفظ قال اور اسی طرح مرسل خفی کہ جس میں روایت کرتا ہے اپنے ہم زمانوں سے جن سے ملاقات نہ کی ہو۔

تشریح :۔ سقوط ظاہر (واضح) اور سقوط خفی ہم پیچھے بیان کر آئے ہیں۔

سقوط جاننے کے لئے تاریخ کی ضرورت ہے :۔

کیونکہ تاریخ ہی کے ذریعے ہمیں راوی کے بارے میں معرفت حاصل ہوتی ہے کہ وہ کب پیدا ہوا کہاں پیدا ہوا کہاں کہاں رہائش اختیار کی کب اس کی وفات ہوئی اور وہ کون کون سے شیخ ہیں جن سے وہ روایت کرتا ہے کیونکہ جب تک ہم تاریخ نہیں جانتے ہوں گے اس وقت تک ہم سقوط کے بارے میں نہیں جا سکتے۔ تاریخ کے ذریعے سقوط کے جاننے کی مثال :۔

مثلاً ایک شخص زید، بکر سے روایت کرتا ہے لیکن تاریخ کے ذریعے ہم یہ بات جان گئے کہ بکر کا انتقال زید کی پیدائش سے دس سال پہلے ہو چکا تھا لہٰذا روایت میں سقوط ہے۔

مدلَّس :۔ یہ اسم مفعول ہے تدلیس سے اور لغت میں اس کے معنی عیب چھپانے کے ہیں اصطلاح میں مدلس کے معنی یہ ہیں کہ اس میں سقوط خفی ہو یعنی راوی اپنے استاد یا وہ جس سے سنی ہے اس کا نام ذکر نہ کرے اور اس سے اوپر والے راوی سے اس طرح روایت کرے کہ جس سے روایت حاصل کی ہو اس پر پردہ ڈال دے اس عمل کا نام تدلیس ہے اور وہ حدیث مدلس ہے اور راوی کے ساقط ہونے کو سقوط خفی کہتے ہیں۔

تدلیس کی کئی قسمیں ہیں۔

(ا) تدلیس الاسناد :۔ یہ ہے کہ راوی اپنے معاصر سے کوئی حدیث سنے یا کسی شیخ سے چند حدیثیں سننے کے بعد کسی اور شیخ سے چند حدیثیں سنے پھر معاصر یا دوسرا شیخ ضعیف ہو تو باوجود اس کے کہ اس نے پہلے شیخ سے وہ حدیث نہیں سنی جو دوسرے شیخ نے سنائی پھر بھی وہ حدیث کی اسناد پہلے شیخ کی طرف کر دیتا ہے کیونکہ دوسرا شیخ خود اس کی نگاہ میں بھی ضعیف ہے یا معاصر معمولی شاگرد ہے اس واسطے شیخ کو چھوڑ کر ثقہ کی طرف نسبت کر دی جاتی ہے اس کو تدلیس الاسناد کہتے ہیں۔

(ب) تدلیس الشیوخ :۔ یہ تدلیس کی دوسری قسم ہے اس میں راوی اپنے شیخ کا ایسا نام صفت یا کنیت یا نسبت بیان کرے جو غیر معروف ہے۔ تدلیس الشیوخ کا سبب یہ ہے کہ شیخ کی معرفت مشکل ہو جائے۔

(ج) تدلیس التسویہ :۔ یہ ہے کہ راوی اپنے شیخ کو حذف کرے کیونکہ اس کا شیخ ثقہ ہو لیکن شیخ جس سے اس روایت کو روایت کرے وہ ثقہ نہ ہو اس شیخ کی روایت کسی اور محدث کے ذریعے بھی ہو تو راوی غیر ثقہ راوی کو چھوڑ کر شیخ کی دوسری روایت کردہ حدیث کے شیخ کی طرف نسبت کر دے تا کہ غیر ثقہ ہونے کا عیب چھپ جائے۔

مرسل خفی :۔ یہ وہ حدیث ہے جو راوی کے ایسے معاصر سے صادر ہوئی ہو جس سے راوی کی ملاقات نہ ہوئی ہو پھر بھی راوی اپنے شیخ کو حذف کر کے اپنے ہم عصر شیخ سے روایت کرتا ہے چونکہ یہ انقطاع کبھی کبھی ماہرین سے بھی پوشیدہ رہ جاتا ہے اس لئے اس کو خفی کہا جاتا ہے۔

مدلس اور مرسل خفی میں فرق :۔ مدلس اور مرسل خفی کے درمیان باریک فرق ہے مدلس میں اپنے شیخ جس سے روایت کو سنا ہوتا ہے اس کے بجائے کسی اور ایسے

شیخ کی طرف سند کردی جاتی ہے جس سے اس کی ملاقات ہوئی ہو لیکن سماع نہ پایا گیا ہو یا روایت کردہ حدیث کا سماع نہ پایا گیا اور مرسل خفی میں ایسے معاصر سے حدیث روایت کرے جس سے اس کی ملاقات معروف نہ ہو چنانچہ مخضرمین کی روایت کردہ حدیث کو مرسل خفی کہا جائے گا۔حدیث مدلس نہیں کہا جاتا۔

مُخَضرَمِیْن :۔ یہ وہ تابعین ہیں جنہوں نے سرکار صلی اللہ تعالیٰ والہ وسلم کا زمانہ ظاہری پایا لیکن آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملاقات نہ کر سکے جیسے حضرت اویس قرنی قیس بن ابی حازم اور ابو عثمان ہندی رضی اللہ عنہم وغیرہ۔

مرسل خفی کی مثال :۔ ابن ماجہ کی روایت عمر بن عزیز العزیز عن طقبہ ابن عامر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ''رحم اللہ حارس الحرس'' اس کے راوی عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کی عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں ہے۔

ثُمَّ الطَّعْنُ : إمَّا أن یکونَ لِکَذِبِ الراوی' أوتُھَمَتِہٖ بِذٰلِکَ' أوفُحْشِ غَلَطِہٖ' اوغَفْلَتِہٖ' أوفِسْقِہٖ' أو وَھْمِہٖ' أو مُخَالَفَتِہٖ' أَوجَھالَتِہٖ' اوبِدْعَتِہٖ'اوسُوْءِ حِفْظِہٖ۔

ترجمہ :۔ پھر طعن یا تو کذب راوی وجہ سے ہوگا یا کذب کی تہمت کی وجہ سے یا راوی کی فحش غلطی کی وجہ سے یا اس کی غفلت یا راوی کے فسق کی وجہ سے یا راوی کے وہم کی وجہ سے یا راوی کی مخالفت ثقہ کی وجہ سے یا راوی کی جہالت یا راوی کی بدعت یا راوی کے سوء حفظ کی وجہ سے ہوگا۔

تشریح :۔ کسی حدیث کے مردود ہونے کے دو سبب ہیں (۱) سقط' (۲) طعن سقط کا حال صفحہ نمبر ۷ اپر گزرا اب طعن کے اعتبار سے حدیث مردود کا بیان آرہا ہے۔

راوی میں طعن :۔ طعن کے لغوی معنی ہیں عیب لگانا اور اصطلاح میں اس سے مراد راوی پر جرح کرنا ہے یعنی اس کی عدالت، ضبط اور بیدار مغزی سے بحث کی جائے۔ راوی میں طعن کے دس اسباب ہیں پانچ کا تعلق عدالت سے ہے اور پانچ کا ضبط سے۔

باعتبار عدالت :۔

(۱) کذب (۲) کذب کی تہمت (۳) فسق (۴) جہالت (۵) بدعت

باعتبار ضبط :۔

(۱) فحش غلطی کرنا (۲) سوءِ حفظ (۳) غفلت (۴) کثرت اوہام (۵) مخالفتِ ثقات۔

(۱) کذب :۔ جب راوی پر رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھنے کا طعن ہو۔

(۲) کذب کی تہمت :۔ جب عام معاملات میں راوی کا جھوٹ ثابت ہو لیکن حدیث میں اس کا جھوٹ ثابت نہ ہو ایسی روایت متروک کہلاتی ہے۔

(۳) فسق :۔ یہ طعن اس راوی پر لگتا ہے جو کسی قولی یا فعلی گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو مثلاً زنا' چوری' جھوٹ' غیبت وغیرہ۔

(٤) جہالت :۔ یعنی راوی کا حال معلوم نہ ہو کیونکہ اس طرح اس بات کا یقین نہیں ہوسکتا کہ راوی ثقہ ہے یا غیر ثقہ۔

(٥) بدعت :۔ بدعت کے نام پر آج کے بدمذہب بہت شور مچاتے ہیں لہٰذا ضروری ہے کہ بدعت کا مختصر بیان کیا جائے۔ بدعت دو طرح کی ہے' ۱) بدعت حسنہ' (۲) بدعت سیئہ۔

ہم آگے دلائل کی روشنی میں ان شاء اللہ عزوجل ثابت کریں گے کہ بدعت سیئہ اور بدعت حسنہ بالکل دو الگ قسمیں ہیں۔

بدعت حسنہ :۔ آج کے بدمذہب بدعت کی اس قسم کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں جبکہ حدیث مبارکہ ہے:۔

من سن فی الاسلام سنة حسنة فله' اجرها واجرمن عمل بهامن بعده من غیران ینقص من اجورهم شی ومن سن فی الاسلام سنة سیئة فله وزرها و وزرمن عمل بها من غیران ینقص من اوزارهم شئی (مشکواة باب العلم)

ترجمہ :۔ جوکوئی اسلام میں اچھا طریقہ جاری کرے گا اس کو اس کا ثواب ملے گا اور اُن کا بھی جو اس پر عمل کریں گے اور ان کے ثواب سے کچھ کم نہ ہوگا اور جو شخص اسلام میں برا طریقہ جاری کرے اس پر اس کا بھی گناہ ہے اور ان کا بھی جو اس پر عمل کریں اور ان کے گناہ میں کچھ کمی نہ ہوگی۔

فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تراویح کی جماعت ادا کروا کر فرمایا نعم البدعة هذه فتاویٰ شامی کے مقدمہ میں فضائل امام اعظم ابو حنفیہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں علماء فرماتے ہیں یہ حدیثیں اسلام کے قوانین ہیں کہ جو شخص کوئی بدعت (سیئہ) ایجاد کرے اسے اس کام میں سارے پیروی کرنے والوں کا گناہ ہے اور جو شخص اچھی بدعت نکالے اسے قیامت تک کے سارے پیروی کرنے والوں کا ثواب ہے۔

بدعت سیئه :۔ من احدث فی امرنا هٰذا مالیس منه فهورد مشکوٰة باب اعتصام۔

ترجمہ :۔ جو شخص ہمارے اس دین میں کوئی ایسی رائے نکالے جو کہ دین سے نہیں تو وہ مردود ہے۔

ما احدث قوم بدعة الا رفع مثلها من السنة فتمسک بسنة خیر من احداث بدعة۔

(ترجمہ) کوئی قوم بدعت ایجاد نہیں کرتی مگر اُتنی ہی سنت اٹھ جاتی ہے لہٰذا سنت کو اختیار کرنا بدعت ایجاد کرنے سے بہتر ہے۔

بدعت

بدعت حسنہ　　　　بدعت سیئہ

بدعت جائزہ　بدعت مستحبہ　بدعت واجبہ　بدعت مکفرہ　بدعت مفسقہ

(۱) بدعت جائزہ :۔ ہر وہ نیا کام جو شریعت میں منع نہ ہو وہ بدعت جائز ہے۔

(۲) بدعت مستحبہ :۔ ہر وہ نیا کام جو شریعت میں منع نہ ہو اور عام مسلمان اسے کار خیر سمجھیں جیسے پکی مسجد بنانا' قرآن پاک کے تیس پارے بنانا ان میں رکوع قائم کرنا نماز میں زبان سے نیت کرنا وغیرہ۔

(۲) بدعت واجبہ :۔ مثلاً اصول فقہ پڑھنا پڑھانا' اصول حدیث کے قواعد شریعت کے چاروں مناسب' طریقت کے چاروں سلسلے اور ان میں سے ایک سے وابستہ ہونا۔

بدعت حسنہ کی ان تینوں قسموں کو لغت کے اعتبار سے بدعت کہا جاتا ہے جبکہ بدعت سیئہ کو اصطلاحی طور پر بدعت کہتے ہیں۔

بدعت سیئہ کی دو اقسام ہیں۔(۱) بدعت مکفرہ' (۲) بدعت مفسقہ۔

(۱) بدعت مکفرہ :۔ مثلاً اللہ عزوجل کو مجسم ماننا جیسا کہ ابن تیمیہ وغیرہ اور ان کے متبعین وھابیہ کا مذہب ہے' قرآن کو مخلوق ماننا' امکان کذب باری تعالیٰ کا عقیدہ رکھنا جیسے کہ دیوبندیوں تبلیغیوں کا عقیدہ ہے یا حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین کرنا یا

فرشتوں کو محض نیکی کی ایک طاقت ماننا اور فرشتوں کے وجود کا انکار کرنا۔ غرض یہ کہ ضروریات دین میں کسی بات کا انکار کر کے نیا عقیدہ گھڑ لینا کفر ہے ایسے بدعتی کی حدیث مردود ہے اور ایسا بدعتی جہنمی ہے۔

(۲) بدعت مفسقه :۔ عادتاً داڑھی کا مونڈنا یا ایک مشت سے کم کر لینا' نماز قضاء کرنا، ہر وہ کام جس کے ذریعے فرض یا سنت موکدہ چھوڑ دی جائے بدعت مفسقہ ہے اس کے ارتکاب پر حکم تکفیر نہیں کی جاتی ہے ایسی حدیث کے مقبول اور ادا کیے جانے میں اختلاف ہے۔

(۱) فحش غلطی کرنا :۔ جو روایت میں فحش غلطی کرتا ہے اس راوی پر یہ طعن آتا ہے۔

(۲) سوء حفظ :۔ یعنی راوی میں حافظے کی خرابی کی وجہ سے طعن ہو۔

(۳) غفلت :۔ راوی روایت محفوظ کرنے میں غفلت کرتا ہے اس پر یہ طعن آتا ہے۔

(٤) کثرت اوهام :۔ راوی کو وہم ہو جائے جس کی بنا پر وہ حدیث مرسل یا منقطع کو متصل کر دے یا ضعیف راوی کی جگہ ثقہ راوی کا نام لے آئے اسی طعن کی وجہ سے ایسی حدیث معلل کہلاتی ہے۔

(٥) مخالفت ثقات :۔ یعنی ثقہ راوی کے خلاف بیان کرنا۔

فَالأَوَّلُ : المَوْضُوعُ' وَالثَّانِي: المَتْرُوكُ' وَالثَّالِثُ : المُنْكَرُ عَلىٰ رَأيٍ' وَكَذا الرَّابِعُ وَالخَامِسُ.

ترجمه :۔ مذکورہ اقسام میں سے پہلی موضوع دوسری متروک اور ایک قول کے مطابق تیسری منکر اور ایسی طرح چوتھی اور پانچویں۔

تشریح :۔ حدیث موضوع جو جھوٹی بات گھڑ کر رسول اللہ صلی علیہ والہ وسلم کی طرف

منسوب کر دی گئی ہو اس کو حدیث موضوع کہتے ہیں۔

کسی حدیث کے موضوع ہونے کا حکم ظن غالب پر لگایا جاتا ہے قطعیت کے ساتھ کسی حدیث کو موضوع نہیں کہا جا سکتا کیونکہ کبھی جھوٹا آدمی بھی سچی بات کہہ دیتا ہے لیکن علماء حدیث کو ایسا قوی ملکہ حاصل ہوتا ہے جس سے وہ حدیث موضوع کو غیر موضوع سے الگ کر لیتے ہیں اور یہ ملکہ اس شخص کو حاصل ہوتا ہے جس کا ذہن روشن ہو جس کو علم حدیث کی کامل اطلاع ہو اور اس کا فہم قوی ہو۔ حدیث موضوع کے قرائن سے اس کی معرفت حاصل کر لے موضوع حدیث کو موضوع جان کر اس کی روایت کرنا حرام ہے ہاں یہ کہہ کر بیان کر سکتا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے۔

خلیفہ ہارون رشید کے پاس ایک زندیق کو لایا گیا خلیفہ نے اسے قتل کرنے کا حکم دیا اس زندیق نے کہا تم مجھے قتل تو کر دو گے لیکن ان چار ہزار حدیثوں کا کیا کرو گے جن کو وضع کر کے میں نے لوگوں میں پھیلا دیا اور ان میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمایا ہوا ایک حرف بھی نہیں خلیفہ نے کہا اسے زندیق تو عبد اللہ بن مبارک اور ابن اسحاق رحمہم اللہ کو کیا سمجھتا ہے' ان کی چھلنی سے تیری وضع کی ہوئی حدیثوں کا ایک ایک حروف نکل جائے گا۔

موضوع احادیث کے بارے میں اس قسم کی روایت سن کر بعض لوگ گمراہ ہو گئے اور انہوں نے تمام احادیث مبارکہ کا انکار کر دیا ان کو شیطان نے یہ وہم ڈالا کہ ہمیں کیا معلوم کہ ہم جس حدیث کو سن رہے ہیں وہ صحیح ہے یا موضوع اسی گمراہ اور بد دین فرقے کا نام ہمارے زمانے میں نام نہاد "اہل قرآن" لیا جاتا ہے۔ حالانکہ قرآن فہمی سے ان کا دور دور تک واسطہ نہیں۔

احادیث محفوظ رہنے کی وجہ

احادیث محفوظ رہنے کی سب سے بڑی وجہ صحابہ کرام علیہم رضوان کا سرکار ﷺ سے بے پناہ عشق، تعظیم وعقیدت تھی جو انہیں سرکار ﷺ کے اقوال مبارکہ کو یاد رکھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے پر اُبھارتی تھی۔ صحابہ کرام کی مذہبی طرز فکر اور طرز زندگی، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وارفتگی، اسلام پھیلانے کا جذبہ، اللہ عزوجل کی خوشنودی اور آخرت میں کامیابی کی تڑپ نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے اندر احادیث حفظ کرنے کا شوق وجذبہ پروان چڑھایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ چاہتے تھے کہ سامعین میری بات اچھی طرح سنیں سمجھیں اور یاد رکھیں یہی وجہ تھی کہ آپ ﷺ نہ صرف ٹھہر ٹھہر کر کلام فرماتے بلکہ کوئی اہم بات ارشاد فرماتے تو تین بار اس کی تکرار فرماتے تاکہ بات کو بخوبی ذہن نشین کرلیا جائے۔

دوسری طرف صحابہ کرام سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس خواہش پر سر تسلیم خم کرتے ہوئے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہر ہر ارشاد اس قدر ہمہ تن گوش ہوکر سماعت کرتے اور مجلس اقدس میں اس طرح خاموش بیٹھتے گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہوں یہی وجہ ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک ایک ارشاد صحابہ کرام کو خوب حفظ تھا صحابہ کرام علیہم الرضوان نہ صرف احادیث حفظ فرماتے بلکہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات میں الفاظ کی ترتیب میں سرمو فرق نہ آنے دیتے اور اپنے تلامذہ کو بھی اسی ترتیب سے یاد کرانے کا اہتمام فرماتے اگر کسی سے احادیث میں تقدیم و تاخیر یا ترتیب کا فرق آجاتا تو فوراً تنبیہ فرماتے جس کی وجہ سے فرمان رسول ﷺ میں ذرہ برابر بھی فرق پیدا نہ ہوسکا۔

صحابہ کرام کی عادت کریمہ تھی کہ وہ اس کوشش میں لگے رہتے کہ آپ علیہ

الصلوٰۃ والسلام جو بھی ارشاد فرمائیں اسے سن کر بھولنے نہ پائیں چنانچہ صحابہ کرام احادیث سننے کے بعد اسے خوب اچھی طرح حفظ کرتے اور جو لوگ لکھنا جانتے تھے وہ اسے اپنے پاس لکھ کر رکھ لیتے نیز پھر بار بار اس کا ورد کرتے رہتے تا کہ ذہن سے کبھی محو نہ ہو سکے۔ احادیث محفوظ رہنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کو سرکار ﷺ کے فرمان مبارک سے اس قدر رغبت تھی کہ یہ عشاق جہاں بیٹھتے ان کا موضوع احادیث مبارکہ ہوتیں یا قرآن پاک' ان مبارک ہستیوں میں احادیث یاد رکھنے کا جذبہ اس قدر موجزن تھا کہ جو صحابہ اپنے حافظہ کے کمزور ہونے کی وجہ سے احادیث یاد رکھنے سے قاصر ہوتے وہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر اپنے حافظے کے کمزور ہونے کی شکایت کرتے تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے حافظے کو اس قدر قوی بنا دیتے کہ پھر وہ کوئی بات نہ بھولتے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے ارشادات سننے یاد رکھنے اور دوسروں تک پہنچانے کی صحابہ کرام کو تلقین فرمایا کرتے آپ ﷺ نے فرمایا جس کا مفہوم جو میرے بعد میری حدیثوں کو روایت کریں گے اور لوگوں کو اس کی تعلیم دیں گے وہ میرے جانشین ہیں یہ سن کر صحابہ کرام میں احادیث جمع کرنے کا ایسا والہانہ جذبہ پیدا ہو گیا کہ انہوں نے احادیث سننے انہیں یاد رکھنے اور اسے پھیلانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیا یہاں تک کہ انہیں اگر معلوم ہو جاتا کہ کوئی حدیث فلاں صحابی کے پاس ہے تو خواہ وہ صحابی کسی شہر میں بھی ہوتے صحابہ کرام سب کام چھوڑ کر سفر کی تکلیفوں کی پروا کئے بغیر احادیث سننے نکل کھڑے ہوتے۔

دوسری طرف سرکار ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جو میری طرف کوئی جھوٹ باندھے گا اس کا ٹھکانہ جہنم ہے صحابہ کرام علیہم رضوان پر اس ارشاد مبارک کا یہ اثر

ہوا کہ احادیث مبارکہ جمع کرنے اور روایت کرنے کے معاملے میں اس قدر احتیاط فرماتے کہ احادیث مبارکہ میں کسی قسم کی غلطی یا ردوبدل کا سوال ہی پیدا نہ ہو یہی وجہ ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی احادیث آج بھی محفوظ ہیں۔

صحابہ کرام علیہم رضوان کی اسی احتیاط کی وجہ سے آپ کے شاگردوں یعنی تابعین میں بھی یہی احتیاط آئی پھر ان کے شاگرد یعنی تبع تابعین نے بھی اپنے استادوں سے احتیاط کرنے کا ادب ہی سیکھا یہی وجہ ہے کہ بعد کے محدثین بھی اسی احتیاط پر عمل کرتے ہوئے راویوں کو پیش نظر رکھ کر حدیث کے مرتبے کا فیصلہ کرتے ہیں محدثین کی محنت سے نہ صرف حدیث بلکہ حدیث روایت کرنے والے کے پورے حالات یعنی اسی کے عقائد و معاملات اسی کے اخلاق اسی کی طرز زندگی غرضیکہ کے تمام معاملات تاریخ میں محفوظ کردیئے گئے جب اتنا کچھ جاننے کے بعد محدثین راوی سے مطمئن ہوجاتے تو پھر اس کی حدیث روایت کرتے ورنہ چھوڑ دیتے۔

حضرات محدثین نے احادیث کو محفوظ رکھنے اور انکو پھیلانے کی ایسی شاندار عظیم مثال قائم کی کہ دنیا میں کسی بھی فن کو اس طرح محفوظ رکھنے یا پھیلانے کی مثال دور دور تک نہیں ملتی۔

حدیث متروك :۔ یہ وہ حدیث ہے جس کی سند میں کوئی ایسا راوی ہو جس پر کذب کی تہمت ہو۔ تہمت کذب کے دو اسباب ہیں۔

(۱) وہ حدیث صرف اس راوی سے مروی ہو اور وہ قواعد معلومہ کے خلاف ہو۔

(۲) اس شخص کا عادتاً جھوٹ بولنا مشہور ہو لیکن حدیث نبوی ﷺ میں اس کا جھوٹ بولنا ثابت نہ ہو۔

حدیث منکر :۔ یہ وہ حدیث ہے جو کسی ایسے راوی سے مروی ہو جو فحش غلطی یا کثرت غفلت یا فسق کے ساتھ مطعون ہو۔ حدیث منکر کی ایک دوسری تعریف بھی بیان کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ وہ حدیث جس میں غیر ثقہ راوی ثقہ راوی کی مخالفت کرے۔

حدیث ضعیف :۔ ضعیف قوی کی ضد ہے جب حدیث کی سند میں کوئی جرح یا طعن پایا جائے تو وہ حدیث سند کے اعتبار سے مطعون اور مجروح ہو جاتی ہے طعن اور جرح کے لحاظ سے حدیث ضعیف کے بھی مختلف مراتب ہو سکتے ہیں مثلاً وہ حدیث جس کے راوی پر سوء حفظ کی وجہ سے طعن کیا گیا ہو۔ اس حدیث سے مرتبہ مین کم ضعیف ہے جس کے راوی کو فسق اور بدعت کی وجہ سے مطعون کیا گیا۔ یعنی ضعیف حدیث طعن کی زیادتی کے سبب سے ضعیف ہی رہے گی البتہ جس قدر وجوہِ طعن زیادہ ہونگی اس قدر ضعف زیادہ ہوگا۔

حدیث ضعیف فضائلِ اعمال اور مناقب کے باب میں معتبر ہے چنانچہ علامہ نووی فرماتے ہیں۔

قال العلماء من المحدثین والفقہاء وغیرھم یجوز ویستحب العمل فی الفضائل والترغیب والترھیب بالحدیث الضعیف مالم یکن موضوعاً واما الاحکام کا لحلال و الحرام والبیع والنکاح والطلاق وغیر ذالک فلا یعمل فیھا الابالحدیث الصحیح او الحسن الا ان یکون فی احتیاط فی شئ کما اذا ورد حدیث ضعیف بکراھۃ بعض البیوع اوالانکحۃ فان المستحب ان یتنزہ عنہ ولاکن لایجب (کتاب الاذکار)

ترجمہ :۔ آئمہ محدثین' فقہاء اور دیگر علماء کرام فرماتے ہیں کہ فضائل اعمال ترغیب اور ترہیب میں حدیث ضعیف پر عمل کرنا مستحب ہے جبکہ وہ موضوع نہ ہو لیکن حلال و حرام کے احکام مثلاً بیع' نکاح' طلاق اور دیگر میں حدیث صحیح یا حسن کے سوا کسی پر عمل درست نہیں سوائے یہ کہ اس میں احتیاط ہو جیسے بیع یا نکاح کی کراہت میں کوئی حدیث ضعیف وارد ہو تو مستحب ہے کہ ان سے بچیں ہاں واجب نہیں۔

علامہ نووی رحمہ اللہ کی اس عبارت سے ظاہر ہو گیا کہ فضائل و اعمال و مناقب میں ضعیف حدیث عند المحدثین قابل قبول ہے علامہ نووی رحمہ اللہ کے علاوہ دیگر محدثین بھی ضعیف حدیث کے متعلق یہی حکم فرماتے ہیں۔ حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

(۱) موضوعات کبیر' ملا علی قاری' ۱۰۱۴ھ صفحہ نمبر ۶۳۔

(۲) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ' ملا علی قاری' ۱۰۱۴ھ صفحہ نمبر ۸۳ جلد دوم

(۳) قوت القلوب' امام ابو طالب محمد بن علی المکی' ۳۸۶ھ صفحہ ۳۶۳ جلد اول۔

(۴) مقدمہ ابن صلاح' امام ابی عمرو عثمان بن عبد الرحمٰن ۶۴۳ھ صفحہ نمبر ۴۹

(۵) تدریب الراوی' امام جلال الدین سیوطی شافعی' ۹۱۱ھ صفحہ نمبر ۲۹۸ جلد اول

(۶) کتاب الاذکار' محدث زکریا بن محمد احمد شافعی' ۹۲۶ھ

حدیث ضعیف کی تقویت کی وجوہ :۔ (۱) اگر ضعیف حدیث کسی وجہ سے حسن بن جائے تو وہ ضعیف حدیث قوی ہو جائیگی مثلاً جب کوئی ضعیف حدیث متعدد اسانید سے مروی ہو تو وہ حسن لغیرہ ہو جائے گی۔

(۲) علماء کاملین رحمہ اللہ کے عمل سے ضعیف حدیث حسن ہو جاتی ہے یعنی

ضعیف حدیث پر علماء دین عمل شروع کردیں تو وہ ضعیف نہ رہے گی حسن ہوجائیگی جیسا کہ امام ترمذی ایک حدیث کے بعد فرماتے ہیں۔

هذا الحديث عزيب ضعيف والعمل عليه عند اهل العلم.

ترجمہ:۔ یہ حدیث ہے تو غریب، ضعیف مگر اہل علم کا اس پر عمل ہے۔

عبداللہ بن مبارک صلوٰۃ التسبیح پڑھتے تھے بعد کے تمام علماء ایک دوسرے سے نقل کرکے پڑھتے ہیں حالانکہ صلوٰۃ التسبیح کے بارے میں وارد شدہ حدیث ضعیف ہے۔

(۳) علماء کے تجربے اور کشف اولیاء رحمہ اللہ سے جیسا کہ شیخ محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ نے ایک حدیث سنی کہ جو ۷۰ ہزار مرتبہ کلمہ پڑھے اس کی مغفرت ہوجاتی ہے ایک دن آپ رحمہ اللہ علیہ نے دیکھا کہ جوان ایک محفل میں چلانے لگا کہ میری ماں دوزخ میں جل رہی ہے محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ نے ۷۰ ہزار مرتبہ کلمہ پڑھ رکھا تھا آپ نے اس کا ثواب اس کی ماں کو دل ہی دل میں بخش دیا وہ جوان ہنس دیا بولا کہ اب میں اپنی ماں کو جنت میں دیکھ رہا ہوں۔ شیخ فرماتے ہیں کہ میں نے حدیث کی صحت اس جوان کے کشف سے معلوم کرلی اور جوان کے کشف کی حقیقت حدیث سے معلوم کرلی۔

(۴) مجتہد کے استدلال سے بھی ضعیف حدیث کو تقویت مل جاتی ہے۔

نوٹ:۔ (۱) جب کوئی حدیث سند ضعیف کے ساتھ ملے تو اس حدیث کو ضعیف الاسناد کہنا چاہئے مطلقاً حدیث ضعیف نہیں ہوا کرتی کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اس حدیث کی کوئی اور سند صحیح ہو۔

(۲) حدیث ضعیف کی مزید تفصیل جاننے کے لئے مجدد اعظم امام احمد رضا

رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ" بهج السلام فی حکم تقبیل الابهامین فی اقامه فتاویٰ رضویہ جلد دوم صفحہ نمبر ۵۳۰ پڑھیے۔

ثُمَّ الوَهَمُ إنِ اطَّلِعَ عَلَيْهِ بِالْقَرَائِنِ وَجَمِعِ الطُّرُقِ فَالْمُعَلَّلُ

ترجمه :۔ پھر اگر قرائن اور جمع طرق (اسناد) کے ذریعے وہم پر اطلاع ہو جائے تو وہ حدیث معلل کہلاتی ہے (اور یہ چھٹی قسم ہے)۔

حدیث معلل :۔ جب راوی میں طعن کا سبب وہم ہو تو ایسی حدیث کو معلل کہتے ہیں یعنی راوی نے وہم کی وجہ سے ایک حدیث کو دوسری حدیث میں داخل کر دیا یا مرفوع کو موقوف قرار دیا یا اس کے برعکس موقوف کو مرفوع قرار دیا جب اس کی تمام سندوں کو اکٹھا کیا جائے تو قرائن کی وجہ سے حدیث معلل کا پتا چلتا ہے۔

حدیث معلل کی معرفت علم حدیث میں انتہائی غامض اور دقیق ہے جب تک کسی کو علم حدیث میں قوی ملکہ حاصل نہ ہو اس کو حدیث معلل کی پہچان نہیں ہو سکتی اسی وجہ سے بہت کم علماء نے حدیث معلل کے سلسلے میں کلام فرمایا ہے اور کلام کرنے والوں میں امام علی بن مدنی، امام احمد بن حنبل، امام بخاری اور امام اعظم رحمہ اللہ کے نام ہیں۔

کبھی علت صرف سند میں ہوتی ہے متن حدیث معروف وصحیح ہوتا ہے مثلاً یہ حدیث یعلی بن عبید سفیان ثوری سے اور سفیان ثوری عمرو بن دینار سے، عمرو بن دینار عبداللہ بن عمر سے اور ابن عمر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا "بائع اور مشتری کو خیار ہے" اس سند میں یعلی بن عبید نے غلطی کی کہ عمرو بن دینار سے کہا حالانکہ سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ عمرو بن دینار سے نہیں بلکہ عبداللہ بن دینار سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت سفیان ثوری کے

ضعیف حدیث پر علماء دین عمل شروع کردیں تو وہ ضعیف نہ رہے گی حسن ہو جائیگی جیسا کہ امام ترمذی ایک حدیث کے بعد فرماتے ہیں۔

هذا الحديث عزيب ضعيف والعمل عليه عند اهل العلم۔

ترجمہ :۔ یہ حدیث ہے تو غریب ضعیف مگر اہل علم کا اس پر عمل ہے۔

عبداللہ بن مبارک صلوٰۃ التسبیح پڑھتے تھے بعد کے تمام علماء ایک دوسرے سے نقل کر کے پڑھتے ہیں حالانکہ صلوٰۃ التسبیح کے بارے میں وارد شدہ حدیث ضعیف ہے۔

(۳) علماء کے تجربے اور کشف اولیاء رحمہ اللہ سے جیسا کہ شیخ محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ نے ایک حدیث سنی کہ جو ۷۰ ہزار مرتبہ کلمہ پڑھے اس کی مغفرت ہو جاتی ہے ایک دن آپ رحمہ اللہ علیہ نے دیکھا کہ جوان ایک محفل میں چلانے لگا کہ میری ماں دوزخ میں جل رہی ہے محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ نے ۷۰ ہزار مرتبہ کلمہ پڑھ رکھا تھا آپ نے اس کا ثواب اس کی ماں کو دل ہی دل میں بخش دیا وہ جوان ہنس دیا بولا کہ اب میں اپنی ماں کو جنت میں دیکھ رہا ہوں۔ شیخ فرماتے ہیں کہ میں نے حدیث کی صحت اس جوان کے کشف سے معلوم کرلی اور جوان کے کشف کی حقیقت حدیث سے معلوم کرلی۔

(۴) مجتہد کے استدلال سے بھی ضعیف حدیث کو تقویت مل جاتی ہے۔

نوٹ :۔ (۱) جب کوئی حدیث سند ضعیف کے ساتھ ملے تو اس حدیث کو ضعیف الاسناد کہنا چاہئے مطلقاً حدیث ضعیف نہیں ہوا کرتی کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس حدیث کی کوئی اور سند صحیح ہو۔

(۲) حدیث ضعیف کی مزید تفصیل جاننے کے لئے مجدد اعظم امام احمد رضا

رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ " بهج السلام فی حکم تقبيل الابهامين فی اقامه فتاویٰ رضویہ جلد دوم صفحہ نمبر ۵۳۰ پڑھیئے۔

ثُمَّ الوَهْمُ إِنِ اطَّلِعَ عَلَيْهِ بِالْقَرَائِنِ وَجَمِعِ الطُّرُقِ فَالْمُعَلَّلُ

ترجمہ :۔ پھر اگر قرائن اور جمع طرق (اسناد) کے ذریعے وہم پر اطلاع ہو جائے تو وہ حدیث معلل کہلاتی ہے (اور یہ چھٹی قسم ہے)۔

حدیث معلل :۔ جب راوی میں طعن کا سبب وہم ہو تو ایسی حدیث کو معلل کہتے ہیں یعنی راوی نے وہم کی وجہ سے ایک حدیث کو دوسری حدیث میں داخل کر دیا یا مرفوع کو موقوف قرار دیا یا اس کے برعکس موقوف کو مرفوع قرار دیا جب اس کی تمام سندوں کو اکٹھا کیا جائے تو قرائن کی وجہ سے حدیث معلل کا پتا چلتا ہے۔

حدیث معلل کی معرفت علم حدیث میں انتہائی غامض اور دقیق ہے جب تک کسی کو علم حدیث میں قوی ملکہ حاصل نہ ہو اس کو حدیث معلل کی پہچان نہیں ہو سکتی اسی وجہ سے بہت کم علماء نے حدیث معلل کے سلسلے میں کلام فرمایا ہے اور کلام کرنے والوں میں امام علی بن مدنی، امام احمد بن حنبل، امام بخاری اور امام اعظم رحمہ اللہ کے نام ہیں۔

کبھی علت صرف سند میں ہوتی ہے متن حدیث معروف وصحیح ہوتا ہے مثلاً یہ حدیث یعلیٰ بن عبید سفیان ثوری سے اور سفیان ثوری عمرو بن دینار سے، عمرو بن دینار عبداللہ بن عمر سے اور ابن عمر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا "بائع اور مشتری کو خیار ہے" اس سند میں یعلیٰ بن عبید نے غلطی کی کہ عمرو بن دینار سے کہا حالانکہ سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ عمرو بن دینار سے نہیں بلکہ عبداللہ بن دینار سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت سفیان ثوری کے

تمام شاگرد سفیان ثوری کی سند عبداللہ بن دینار سے ملاتے ہیں۔

ثمَّ الْمُخَالَفَةُ : إن كانت بِتَغَيُّر السِّيَاقِ، فَمُدْ رَجُ الإسْنَادِ، اَوْبِدَمْج مَوْقُوفِ بِمَرْفوعٍ، فَمُدْرَجُ الْمَتْنِ، أوبتقدِيمٍ و تاخيرٍ، فَالْمَقْلُوبُ، أوبزيَادةِ رَاوٍ، فالمزيد فِي مُتَّصِلِ الْأَسَانِيْدِ، أوبإِبْدَالِهِ، وَلاَ مُرَجِّحَ فَالْمُضْطَرِبُ، وَقَديَقَعُ الإِبْدَالُ عَمَدًا اُمتِحَانًا۔ أو بتَغْيِيرِ حُرُوفٍ، مع بَقَاءِ السِّيَاقِ، فَالْمُصحَّفُ والْمُحَرَّفُ۔

ترجمہ :۔ پھر مخالفت اگر سیاق سند کے بدل جانے کی وجہ سے ہوتو وہ ’’مدرج الاسناد‘‘ ہے یا موقوف کو مرفوع میں داخل کردینے کی وجہ سے ہے تو وہ ’’مدرج المتن‘‘ ہے یا تقدیم اور تاخیر کی وجہ سے ہے تو وہ ’’مقلوب‘‘ ہے یا راوی کی زیادتی کی وجہ سے ہے تو وہ ’’مزید فی متصل الاسانید‘‘ ہے یا کسی راوی کے بدل جانے کی وجہ سے ہے اور کوئی وجہ ترجیح بھی نہیں تو وہ ’’مضطرب‘‘ ہے اور راوی کا ابدال کبھی قصداً امتحان کے لئے ہوتا ہے یا سیاق سند کی بقاء کے ساتھ حروف بدل جانے کی وجہ سے ہوتا ہے تو وہ ’’مصحف‘‘ اور ’’محرف‘‘ ہے۔

مخالفت کی اقسام: مخالفت ثقات چھ قسم پر ہے۔

(۱) مدرج الاسناد (۲) مدرج المتن، (۳) مقلوب، (۴) مزید فی متصل الاسانید (۵) مضطرب (۶) مصحف ومحرف۔

حدیث مدرج:۔ ادراج کا اسم مفعول لغت میں معنی کسی چیز کو کسی چیز میں داخل کرنا یا کسی چیز کے ضمن میں کرنا۔

مدرج الاسناد :۔ جس حدیث کی سند میں تفسیر کی وجہ سے ثقہ راوی کی مخالفت ہوجائے۔

مدرج الاسناد کی مندرجہ ذیل اقسام ہیں۔

(۱) ایک راوی متعدد مشائخ سے ایک حدیث مختلف سندوں سے سنے پھر ان تمام مختلف سندوں کو ایک سند بنا کر حدیث روایت کرے۔

(۲) ایک راوی حدیث کسی سند سے بیان کرتا ہو پر متن کا کچھ حصہ کسی دوسری سند سے روایت کرتا ہو لیکن اسی راوی سے کوئی اور راوی پوری حدیث ایک ہی سند سے بیان کر دے۔

(۳) ایک راوی اپنے شیخ سے ایک حدیث روایت کرتا ہے اور اسی حدیث کے بعض حصے کو شیخ کے شیخ سے بلا واسطہ سن کر روایت کرتا ہے مگر کوئی راوی اس سے پہلے راوی سے روایت کرے اور پوری روایت کو شیخ الشیخ سے روایت کرے اور واسطے کو حذف کر دے۔

(۴) ایک راوی کے پاس دو حدیثیں دو مختلف سندوں سے تھیں مگر یہ ان حدیثوں کو ملا کر ایک سند کے ساتھ روایت کرے یا ایک حدیث کو اسی کی اسناد کے ساتھ بیان کرے لیکن اس میں دوسری حدیث کے الفاظ جمع کر دے۔

(۵) شیخ کوئی سند بیان کرے پھر اس کا متن بیان کرنے سے پہلے خود اپنی طرف سے کوئی بات کرے اور شاگرد نے غلط فہمی سے اس کے کلام کو حدیث کا متن سمجھ کر روایت کر دیا۔

مدرج المتن :۔ وہ حدیث جس کے متن میں ایسا کلام داخل کیا جائے جو حدیث کا حصہ نہ ہو کبھی ادراج حدیث کے ابتداء میں ہوتا ہے کبھی وسط اور کبھی آخر میں اور یہ مخالفت اس طرح ہوتی ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے کلام میں صحابہ علیہم الرضوان یا کسی اور کا کلام داخل کر دیا جاتا ہے اس طرح کہ اصل متن اور اس مدرج میں کوئی امتیاز باقی نہ

رہے۔

مدرج المتن کو پہچاننے کے لئے مختلف طریقے' ہیں جن میں سے ایک خود راوی یا علمائے محدثین میں سے کسی کا وضاحت کر دینا دوسرا یہ کہ کسی ایسے قول کا اس متن میں وارد ہونا جو رسول اللہ ﷺ سے محال ہو۔

مقلوب :۔ مقلوب' قلب کا اسم مفعول ہے اور قلب کے معنی ہیں کسی چیز کو الٹ پلٹ کرنا۔ اصطلاح میں حدیث مقلوب اس حدیث کو کہتے ہیں جس کی سند یا متن میں الٹ پھیر یعنی تقدیم و تاخیر ہو گئی ہو۔

مزید فی متصل الاسانید:۔ وہ حدیث ہے جس کی سند متصل میں راوی نے وہم سے کسی واسطے کا اضافہ کر دیا۔

حافظ ابن حجر اس کی تعریف میں لکھتے ھیں:۔

یہ وہ حدیث ہے جس میں راوی اثناء سند میں زیادہ ثقہ راویوں کی مخالفت کرے بایں طور کہ وہ وہم اور غلطی سے اثناء سند میں ایک یا ایک سے زائد آدمیوں کا ان ثقات کی بہ نسبت اضافہ کرے اور اس کی شرط یہ ہے کہ زیادتی کی جگہ ان ثقات نے اپنے سماع کی تصریح کی ہو اگر معنعن ہوئی پھر تو اس کی زیادتی کو ترجیح ہو گی کیونکہ ثقہ کی زیادتی مقبول ہوتی ہے۔

مضطرب :۔ لغت میں اضطراب کے معنی ہیں کسی نظام کا فساد اصطلاح محدثین میں مضطرب وہ حدیث ہے جس کے متن یا سند میں تبدیلی کی وجہ سے ایک ثقہ راوی کا دوسرے ثقہ راوی سے اختلاف پیدا ہو گیا ہو اور دونوں روایتوں میں سے کسی کو ترجیح دینا ممکن نہ ہو اور نہ تطبیق ہی ممکن ہو۔

مضطرب السند کی مثال :۔

عن ابی بکر انه قال یارسول اللّٰه ! اراك شبت قال : یشبتنی هود واخواتها۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ میں بڑھاپے کے آثار دیکھ رہا ہوں آپ ﷺ نے فرمایا مجھے سورۃ ھود اور اس جیسی سورتوں نے بوڑھا کر دیا۔

امام دارقطنی نے کہا کہ یہ حدیث مضطرب ہے کیونکہ یہ ابواسحٰق کی سند سے مروی ہے اور ابواسحٰق سے اسی حدیث کو دس مختلف سندوں کے ساتھ روایت کیا گیا بعض نے مرسلا روایت کیا اور بعض نے موصولا روایت کیا اور سب کے سب راوی ثقہ ہیں اور ان میں سے بعض کو بعض پر ترجیح دینا مشکل ہے اور ان میں تطبیق بھی مشکل ہے۔

مضطرب المتن کی مثال:۔

عن فاطمة بنت قیس نسل النبی ﷺ عن الزکوة فقال ان فی المال لحقاسوی الزکوة (ترمذی)

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ سے زکوٰۃ کے متعلق سوال کیا گیا آپ ﷺ نے فرمایا مال میں زکوٰۃ کے علاوہ اور بھی حق ہیں۔

امام ترمذی نے اس حدیث کو جس سند سے بیان کیا ابن ماجہ نے بھی اسی سند سے بیان کیا لیکن اس میں الفاظ یہ ہیں۔

لیس فی المال حق سوی الزکوٰة

مال میں زکوٰۃ کے سوا اور کوئی حق نہیں ہے۔

یہ ایسا اضطراب ہے جو تاویل کی گنجائش نہیں رکھتا۔

مصحف محرف :۔ مصحف تصحیف سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں صحیفہ کو پڑھنے میں غلطی کرنا اصطلاح میں یہ وہ حدیث ہے جس میں سند اور متن کے لکھنے کی صورت باقی ہو مگر کسی حرف یا حروف کے تغیر سے ثقہ کے ساتھ مختلف ہو جائے پھر اگر مخالفت صرف نقطوں میں ہو تو اس کو مصحف کہتے ہیں اور اگر شکل میں مخالفت ہو تو اس کو محرف کہتے ہیں۔

تصحیف فی الاسناد :۔ شعبہ کی حدیث ہے عن العوام بن مراجم اس میں ابن معین نے تصحیف کی اور کہا عن العوام بن مزاحم یعنی مراجم کی جگہ مزاحم بول دیا

تصحیف فی المتن :۔ حضرت زید بن ثابت روایت کرتے ہیں۔

ان النبی ﷺ احتجر فی المسجد بی ﷺ نے مسجد میں حجرہ بنایا۔ ابن لہیعہ نے یوں تصحیف کی **احتجم فی المسجد** بی ﷺ نے مسجد میں فصد لگوائی۔

ولایجوز تَعَمُّدُ تغْيِيْر الْمَتْنِ بِالنَّقْصِ وَالْمُرَادِف الاِلعَالِمِ بِمَا يُحِيْلُ الْمَعَانِى فَإِن خَفِىَ الْمَعْنى احْتِيْجَ الى شَرْحِ الْغَرِيْب وَ بيَان الْمُشْكِل

ترجمه :۔ اور متن کو جان بوجھ کر بدلنا جائز نہیں کمی کر کے یا مرادف لفظ کے ذریعے سوائے اس عالم کے جو اس چیز کو جانتا ہو جو معانی کو بدل دیتی ہے پھر اگر معنی مخفی ہوں تو اجنبی الفاظ کی تشریح اور مشکل کے بیان کی ضرورت پیش آتی ہے۔

تشریح :۔ روایت بالمعنی یہ امر غور طلب ہے کہ روایت بالمعنی جائز ہے یا نہیں کیونکہ احوط تو یہی ہے الفاظ نہ بدلے جائیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے ترتیب الفاظ میں جو حکمتیں ہیں ان کو اللہ تبارک وتعالیٰ ہی بہتر جاننے ولا ہے۔

روایت بالمعنی اکثر کے نزدیک جائز ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ کتاب وسنت کے احکام صرف عرب والوں کے لئے نہیں بلکہ تمام عالم کے لئے ہیں لہٰذا جب انہیں کتاب وسنت کے احکام بتائے جائیں گے تو لازمی طور پر دوسری زبان استعمال کرنی پڑے گی جیسا کہ سرکار مدینہ ﷺ کا مبارک فرمان بلغوا عنی ولیلبغ الشاھد منکم الغائب۔

پس اس بات پر اجماع ہے کہ عجمیوں میں سے جو شخص عالم ہو تو اس کے لئے روایت بالمعنی کرنا جائز ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ جس شخص کو لفظ مستحضر ہو اور وہ اس میں تصرف پر قدرت رکھتا ہو اس کے لئے جائز ہے ایک قول یہ ہے کہ اس کے لئے جائز ہے جو حدیث کے الفاظ بھول گیا لیکن حدیث کے معنی اسے حفظ ہیں اس کے لئے جائز ہے قاضی عیاض رحمۃ اللہ نے کہا روایت بالمعنی کا دروازہ بند کرنا چاہئے تاکہ وہ شخص روایت بالمعنی کی جرات نہ کرے جس کو الفاظ عربیہ کے متبادل الفاظ بولنے کا ملکہ نہ ہو۔

اختصار حدیث :۔ عالم کے لئے اختصار حدیث کرنا جائز ہے بشرطیکہ اس نے حدیث کا جو حصہ ترک کیا ہو وہ اس کے ذکر کئے ہونے حصے سے متمیز اور غیر متعلق ہو اسی حیثیت سے کہ اس کے ترک کئے ہوئے حصے کی وجہ سے اس کے بیان میں خلل نہ آئے اور جس کو اس نے ذکر کیا ہو اس کی دلالت دوسری ہو یعنی اس کا ترک کیا ہوا اور ذکر کیا ہوا دو مختلف مستقل حدیثیں ہوں۔ اور ایک حصے کا دوسرے حصے سے کوئی تعلق نہ ہو۔

شرح غریب :۔ احادیث میں بعض قلیل الاستعمال الفاظ آجاتے ہیں جو ہماری سمجھ میں نہیں آتے لہٰذا آئمہ حدیث نے ایسے الفاظ کی وضاحت کیلئے کتابیں لکھیں جیسے۔

(۱) النهایه فی غریب الحدیث والاثر (محدث ابن الاثیر جزری)
(۲) مجمع بحار الانوار فی غرائب التنزیل ولطائف الاخبار علامه محمد بن طاہر فتنی۔
(۳) الرر النثیر فی تلخیص نہایۃ ابن الاثیر علامه سیوطی

بیان مشکل :۔ احادیث میں بعض مشکل عبارتیں آجاتیں ہیں آئمہ نے اس بارے میں بھی کتابیں لکھی ہیں مثلاً علامہ طحاوی علامہ خطابی اور علامہ ابن عبدالبر وغیرہ۔

ثم الجهالةُ وَسَبَبُهَا : أن الراوی قَد تَكْثُرُ نعُوتُه فَيُذْكَرُ بغير مَا اشْتُهِرَ به لغَرَض و صَنَّفُوافِيْهِ "المَوْضَّحَ" وقد يكونُ مُقِلاً فَلايَكثُرُ الأَخْذُ عنه وصَنَّفُوافيه "الْوُحْدَانَ" اولا يُسَمَّى اختِصَارًا وفيْه الْمُبْهَمَاتُ ولايُقْبَلُ المبهمُ ولو أبْهِمَ بلفظ التعديل على الأصَحّ فإن سُمّي وَانفرد واحدٌ عنه فَمَجْهُوْلُ العين اَواِثْنَانِ فَصَاعِدًا ولِمْ يُوثَقْ فَمَجْهُوْلُ الحال وهو اَلْمُسْتُوْرُ۔

ترجمہ :۔ پھر جہالت کا ایک سبب یہ ہے کہ راوی کی متعدد صفات ہوں اور اس کا ذکر اس کی صفت مشہورہ کے علاوہ کسی اور صفت کے ذریعے کسی خاص مقصد کے لئے کیا جائے اور محدثین نے اسی بارے میں "موضح" وضاحت کرنے والی کتب تصنیف کی ہیں (جہالت کا) دوسرا سبب یہ ہے کہ راوی قلیل الروایۃ ہو چنانچہ اس سے زیادہ اخذ روایت نہیں کیا جاتا اسی بارے میں محدثین نے وحدان تحریر فرمائی ہیں۔ یا کبھی از روے اختصار راوی کا نام نہ لیا جائے۔ اس بارے میں محدثین نے "مبہمات" تحریر فرمائی ہیں

اصح قول کے مطابق مبہم راوی قبول نہیں کیا جاتا اگر چہ تعدیل کے لفظ کے ساتھ ابہام پیدا کیا جائے پس اگر نام لیا گیا ہے اور اس سے روایت کرنے والا فرد واحد ہے تو وہ مجہول العین ہے یا دو یا دو سے زیادہ روایت کرنے والے ہیں جن کی توثیق نہیں کی گئی تو وہ مجہول الحال ہے اور وہی مستور ہے۔

تشریح :۔ اسباب طعن میں آٹھواں سبب جہالت ہے یعنی راوی کا غیر معروف ہونا اسباب جہالت تین ہیں۔

(۱) راوی کا قلیل الروایت ہونا' (۲) عدم تسمیہ' (۳) راوی کا غیر معروف صفت کے ساتھ ذکر کرنا۔

(۱) راوی کا قلیل الروایت ہونا :۔ راوی مجہول اسی لئے ہوتا ہے کہ اس سے بہت کم روایات مروی ہوتی ہیں ایسے راوی کا نام لینے کے باوجود راوی میں جہل پایا جاتا ہے کیونکہ ایسے راوی سے استفادہ کرنے والے بہت کم ہوتے ہیں' اس لئے راوی کا حال معلوم کرنا بھی مشکل ہوتا ہے۔

(۲) عدم تسمیہ :۔ راوی کا کہنا کہ مجھ کو''فلاں'' نے خبر دی یا شیخ نے بتایا' یا ایک شخص نے بتایا یہ بھی جہالت کا سبب بنتا ہے کیونکہ ہم نہیں جانتے کہ یہ فلاں یا شیخ، یا شخص کون ہے مثلاً راوی کا یہ کہنا کہ''اخبرنی فلاں'' یا''اخبرنی شیخ'' یا اخبرنی رجل''۔

(۳) راوی کو غیر معروف صفت سے ذکر کرنا :۔ راوی کو غیر معروف نام یا اس کی غیر معروف کنیت یا غیر معروف لقب یا غیر معروف صفت یا غیر معروف پیشے سے ذکر کرنے کی وجہ سے بھی راوی میں جہالت آجاتی ہے مثلاً محمد بن سائب بن بشر الکلبی ان کو بعض نے دادا کی طرف نسبت دے کر یوں ذکر کر دیا محمد بن بشر بعض نے ان کی کنیت ذکر کی ابو المنضر بعض نے کنیت ابو سعید بتائی اور بعض نے ابو ھشام بس گمان

ہوتا ہے کہ یہ سب الگ الگ شخصیات کے نام ہیں لیکن دراصل یہ شخص واحد ہیں مثلاً حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عبدالرحمٰن کے نام سے ذکر کیا جائے تو کم لوگ پہچان سکتے ہیں محدثین نے ایسے راویوں کی وضاحت کے لئے جو تصانیف تحریر فرمائی ہیں انہیں ''موضح'' کہا جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی کتابوں میں مذکورہ وہموں کی وضاحت کی گئی ہے' وضاحت کے بعد اگر راوی کے ثقہ ہونے کا پتا چل جائے تو حدیث کا حکم بدل جائیگا۔

مبہم راوی کی حدیث :۔ جس حدیث کے راوی کی صراحت نہ ہو اس کو بھی مجہول کی اقسام میں شمار کیا جاتا ہے یہ حدیث ضعیف کی قسم ہے اس کی مثال یہ حدیثیں ہے۔

(۱) حدثنی رجال من ابوهریره بمثل حدیث من شهد الجنازه۔

مجھے کئی آدمیوں نے حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ حدیث بیان کی جو اس حدیث کے مثل ہے کہ جو جنازے میں حاضر ہوا۔

(۲) حدثنا صاحب لنا عن اسماعیل بن ذکریا عن الاعمش

ہمارے ایک صاحب نے اسماعیل بن ذکریا سے اور انہوں نے اعمش سے

ایسے غیر مسمی رواۃ مبہم کہلاتے ہیں اور ایسے راویوں کے تعارف کے لئے محدثین نے ''مبہمات'' نامی کتابیں لکھی ہیں۔

مجہول راوی کی حدیث :۔ اسباب جہالت پیچھے بیان کئے گئے ہیں روایت کرنے کے اعتبار سے مجہول راوی کی دو قسمیں ہیں (۱) مجہول العین' (۲) مجہول الحال۔

(۱) مجهول العین :۔ وہ راوی جس سے نام لے کر صرف ایک راوی روایت

کرے مجہول العین ہے لیکن یہ قاعدہ صحابہ کے علاوہ میں ہے کیونکہ تمام صحابہ روایت کرنے میں عادل ہیں۔

(۲) مجهول الحال :۔ اس کو مستور بھی کہتے ہیں یہ وہ راوی ہے جس کا نام سے کردو یا دو سے زائد راویوں نے روایت کی ہو لیکن اس کی عدالت ظاہراً اور باطناً نامعلوم ہو۔ اس کی روایت بھی قبول نہیں کی جاتی۔

ثَمّ الْبِدْعَةُ' إمَّا بِمُكَفِّرٍ' أوبِمُفَسِّق' فالأولُ لاَيَقْبَلُ صَاحِبَهَا الجمهورُ والثانى يَقْبَلُ من لم يَكُنْ دَاعِيَةً الى بدْعتَه' فى الأصَحّ' إلاّ ان رَوىٰ مَايُقَوِّیٰ بدْعَتَه' فَيُرَدُّ على الْمُخْتَارِ' وبه صَرّحَ الْجوْزَجانِىْ' شَيْخُ النَّسَائى

ترجمه :۔ پھر بدعت' یا تو کفر تک لے جانے والی بات کے ذریعے یا فسق تک لے جانے والی بات کے ذریعے ہوگی پہلی بدعت سے متصف راوی کی روایت جمہور کے ہاں قبول نہیں کی جاتی اور دوسرے کی ہدایت قبول کی جاتی ہے جب تک کہ وہ اپنی بدعت کی طرف داعی نہ ہو اصح قول کے مطابق سوائے یہ کہ اگر اس (بدعتی) نے روایت کی وہ بات جو اس کی بدعت کو تقویت دے پس (اب) رد کیا جائیگا مذہب مختار کے مطابق اور اسی کی صراحت کی نسائی کے شیخ جوز جانی نسائی کے شیخ نے۔

بدعت کا مختصر بیان صفحہ نمبر ۳۵ پر گزر چکا ہے'

بدعتی راوی کی حدیث کا حکم

(۱) اگر بدعتی حد کفر تک پہنچ چکا ہو تو اس کی روایت رد کردی جائیگی۔

(۲) اگر بدعتی کا تعلق بدعت مُفَسِّقَہ فاسق بنانے والی بدت سے ہے تو اس میں کافی بحث ہے اور صحیح قول کے مطابق اس کی روایت مقبول ہے اس شرط کے ساتھ کہ

وہ راوی لوگوں کو بدعت کی طرف دعوت دینے والا نہ ہو اور نہ ہی اس کی روایت سے بدعت کو تقویت ملتی ہو نہ وہ روایت بدعت کا ثبوت ہو۔

امام ابو اسحٰق ابراہیم بن یعقوب' امام نسائی کے استاد نے اپنی کتاب معرفۃ الرجال میں اس کی تصریح کی ہے۔

ثُمَّ سُوءُ الْحِفْظِ' إن كَانَ لَازِمًا' فَالشَّاذُّ ـــ عَلٰى رَأيٍ ـــ أوطَار نَافًا لمُخْتَلَطُ وَمَتٰى تُوبِعَ سَيِّئُى الْحِفْظِ بِمُعْتَبَرٍ' وَكَذَا الْمَسْتُوْرُ' وَالْمُرْسَلُ' وَالْمُدَلَّسُ' صَارَ حَدِيْثُهُمْ حَسَنًا' لَا لِذَاتِهِ' بَلْ بِالْمَجْمُوْعِ.

ترجمہ :۔ پھر سوءِ حفظ اگر وہ لازم ہو تو وہ ایک رائے پر ''شاذ'' ہے یا کبھی کبھی طاری ہوتا ہو تو ''مختلط'' ہے اور جب پیروی کرے سوءِ حفظ والے کی کوئی معتبر راوی اور اسی طرح مستور اور مرسل اور مدلس' تو ایسے راویوں کی روایت حسن ہو جائیں گی حسن لذاتہ نہیں بلکہ مجموعہ کے اعتبار سے (یعنی حسن لغیرہ)

تشریح :۔ طعن کا ایک سبب سوءِ حفظ بھی ہے جس کا تعلق ضبط سے ہے۔ سوءِ حفظ کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) سوءِ حفظ لازم' (۲) سوءِ حفظ طاری۔

(۱) سوء حفظ لازم :۔ وہ جو راوی میں ہمیشہ سے ہو اور ہر حال میں رہتا ہو ایسے راوی کی حدیث کو بعض حدیث کا علم رکھنے والے ''شاذ'' کہتے ہیں شاذ کی جو تعریف پہلے گزری وہ دوسرے قول کی بنا پر ہے۔ ایسی روایت کو رد کر دیا جاتا ہے۔

(۲) سوء حفظ طاری :۔ اگر سوءِ حفظ بڑھاپے کی وجہ سے ہو لیکن جوانی میں اس کی یادداشت صحیح ہو یا بڑھاپے کے علاوہ کسی اور وجہ مثلاً راوی کتابوں سے روایت کرتا تھا کتابیں گم ہو گئیں یا تلف ہو گئیں یا راوی نابینا ہو گیا یا قدرتی عوامل کی وجہ سے یادداشت

ہیں کمی آ گئی ایسے راوی کی حدیث کو اختلاط لاحق ہوا ہے۔ جب اس بات کا پتہ چل جائے کہ راوی نے یہ حدیث اختلاط سے پہلے بیان کی تھی تو ایسی حدیث مقبول ہے راوی کے ثقہ ہونے کی صورت میں اور اگر اختلاط کے بعد روایت کی تو مردود ہے اور اگر اس کا علم نہ ہو پائے کہ اختلاط سے پہلے روایت کی ہے یا اختلاط کے بعد تو اس پر توقف کیا جائے گا یہاں تک کہ پتہ چل جائے۔

حدیث حسن لغیرہ :. حدیث حسن اور حسن لغیرہ کا بیان صفحہ نمبر ۸ پر گزر چکا ہے وہاں حسن لغیرہ کا بیان مختصر ہوا تھا۔

حدیث حسن لغیرہ وہ ضعیف حدیث ہے جو کذب راوی یا فسق راوی کی وجہ سے ضعیف نہیں قرار دی گئی بلکہ اس کی کچھ اور وجہ تھی یہ خارجی تائید ملنے سے حسن لغیرہ بن گئی جن کی وجہ سے نقصان کی تلافی ہو گئی اور یہ حسن لغیرہ بن گئی اس کا رتبہ حدیث حسن لذاتہ سے کمتر ہے اور یہ مقبول کی آخری قسم ہے اس کے بعد نامقبول کا درجہ شروع ہو جاتا ہے۔

حدیث ضعیف کے حدیث حسن لغیرہ بننے کی چار صورتیں ہیں۔

(۱) وہ حدیث جس کے راوی کو بھولنے کی بیماری ہو جب اس کا کوئی معتبر تابع مل جائے تو وہ حسن لغیرہ بن جاتی ہے خواہ وہ تابع اصل راوی سے اعلیٰ درجہ کا ہو یا مساوی درجہ کا البتہ اگر کمتر درجہ کا ہو تو اس کی متابعت کا اعتبار نہیں۔

(۲) وہ حدیث جس کا راوی مستور یعنی مجہول الحال ہو جب اس کا کوئی معتبر تابع مل جائے تو وہ حسن لغیرہ بن جائیگی۔

(۳) وہ حدیث جس کی اسناد میں تدلیس کی گئی ہو اور محذوف راوی کا پتہ نہیں چلتا ہو جب اس کا معتبر تابع مل جائے تو وہ حسن لغیرہ بن جائیگی۔

(۴) وہ حدیث جس کی اسناد مرسل ہے جب اس کا کوئی معتبر تابع مل جائے تو وہ حسن لغیرہ بن جائے گی۔

متابعت :۔ کے معنی ہیں "موافقت" کہتے ہیں تابع فلاں علی الامر فلاں نے حکم کی موافقت کی۔ متابِع اسم فاعل یعنی موافقت کرنے والا اور متابَع اسم مفعول جس کی موافقت کی گئی ہے۔

حدیث ضعیف :۔ حدیث ضعیف کا بیان صفحہ نمبر ۲۹ پر دیکھئے

ثُمَّ الْإِسْنَادُ إِمَّا أَن يَنْتَهِيَ الى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وسَلَّم تَصْرِيحاً أوحُكمَا' مِنْ قَوْلِهِ' أَوْفِعْلِهِ' اَوْتَقْرِيْرِه' أو إلى الصَّحَابِيِّ كَذٰلِكَ' وهو مَنْ لَقِيَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْه وسَلَّم مُؤمِنًا بِهٖ' وَمَاتَ عَلَى الْاسْلَامِ' وَلَوْ تَخَلَّلَتْ رِدَّةٌ' فى الْأَصَحّ' أَوْ إلى التَّابِعَى' وَهُوَ' من لَقِيَ الصَّحَابِيَّ كَذٰلِكَ' فَالأَوَّلُ' اَلْمَرْفُوْعُ' والثانى' الْمَوْقُوْفُ' وَالثالثُ' الْمَقْطُوْعُ' ومَنْ دُوْنَ التَّابِعِي فِيْهِ مِثْلُه' ويُقَالُ لِلأَخِيْرَيْنِ' الْأَثَرُ.

ترجمہ :۔ پھر اسناد یا تو پہنچے گی سرکار ﷺ تک صراحۃً یا حکماً آپ ﷺ کے قول میں سے ہو یا آپ ﷺ کے فعل میں سے یا آپ ﷺ کی تقریر (برقرار رکھنے) سے ہو۔ یا (پہنچے گی) صحابی تک اسی طرح (یعنی صراحۃً یا حکماً فعل اور تقریر) اور صحابی وہ ہیں جنہوں نے نبی ﷺ سے اس حالت میں ملاقات کی کہ وہ ایمان رکھتے ہوں آپ ﷺ پر اور وہ اسلام پر فوت ہوئے ہوں اگرچہ درمیان میں ارتداد ہو۔ اصح قول کے مطابق یا (سند پہنچے گی) تابعی تک اور تابعی وہ ہے جس نے صحابی سے اسی طرح ملاقات کی ہو۔ پس پہلی "مرفوع" دوسری "موقوف" اور تیسری "مقطوع" ہے اور جو تابعی کے

علاوہ ہیں انہیں کی مثل ہیں۔ اور آخری دونوں کو "اثر" کہا جاتا ہے۔

اسناد :۔ راویوں کا وہ سلسلہ جو متن حدیث تک پہنچائے سند کہلاتا ہے اسی کی جمع اسناد ہے۔

متن حدیث :۔ جہاں پر سند کا اختتام اور کلام کا آغاز ہو وہ متن حدیث کہلاتا ہے مثلاً حدیث مبارکہ میں آیا۔

عن انس ان النبی ﷺ قال من تعمد علی کذبا فلیتبوّا مقعدہ من النار۔

اس حدیث مبارکہ میں من تعمد سے من النار تک متن حدیث ہے۔

اسناد کی انتہا کے لحاظ سے حدیث کی تین قسمیں :۔

(۱) حدیث مرفوع' (۲) حدیث موقوف' (۳) حدیث مقطوع

حدیث مرفوع :۔ وہ حدیث ہے جس کی سند نبی کریم ﷺ تک پہنچتی وہ ہو حضور اکرم ﷺ کا کوئی فرمان ہو یا عمل یا تقریر اور خواہ یہ صراحۃً ہو یا حکماً۔

تقریر نبوی ﷺ :۔ تقریر نبوی ﷺ کا مطلب یہ ہے کہ کوئی کام حضور اکرم ﷺ کے روبرو کسی مسلمان نے کوئی کام کیا یا کوئی بات کہی یا کسی مسلمان کے کوئی فعل کرنے کی اطلاع حضور اکرم ﷺ تک پہنچی اور آپ ﷺ نے انکار نہ فرمایا تو یہ تقریر نبوی کہلاتی ہے۔

حدیث موقوف :۔ حدیث موقوف وہ حدیث ہے جس کی سند کسی صحابی تک پہنچتی ہو یعنی اس اسناد سے کسی صحابی کا کوئی قول عمل یا تقریر منقول ہو خواہ یہ نقل صراحتاً ہو یا حکماً۔

حدیث مقطوع :۔ حدیث مقطوع وہ حدیث ہے جس کی سند کسی تابعی

تک پہنچتی ہے یعنی اس اسناد سے کسی تابعی کا قول منقول ہو۔

حدیث مرفوع کی دو اقسام ہیں ۔(۱) حدیث مرفوع صریح' (۲) حدیث مرفوع حکمی پھران دونوں کی مزید تین ۳ تین اقسام ہیں قولی' فعلی حکمی

(۱) حدیث مرفوع قولی صریح' (۲) حدیث مرفوع قولی حکمی' (۳) حدیث مرفوع فعلی صریح' (۴) حدیث مرفوع فعلی حکمی' (۵) حدیث مرفوع تقریری صریح' (۶) حدیث مرفوع تقریری حکمی۔

(۱) حديث مرفوع قولی صريح :۔ وہ حدیث جس کی سند حضور اکرم ﷺ تک پہنچے اس میں حضور اکرم ﷺ کا کوئی صریح ارشاد نقل کیا گیا ہو۔اس کی مثال یہ ہے کہ صحابی یہ کہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا۔

(۲) حديث مرفوع قولی حکمی :۔ وہ حدیث جس کی سند کسی ایسے صحابی تک پہنچے جو اسرائیلیات بیان نہ کرتے ہوں' نہ وہ کسی قلیل الاستعمال لفظ کی تشریح ہو ایسے صحابی کی وہ بات جس کا اجتہاد سے کوئی تعلق نہ ہو یعنی اجتہاد کے ذریعے وہ بات نہ جانی جاسکتی ہو مثلاً قرب قیامت کے فتنے یا احوال قیامت یا کسی کام کا مخصوص ثواب یا مخصوص عذاب کو بیان کیا جائے تو یہ حدیث حکماً مرفوع ہے۔

(۳) حديث مرفوع فعلی صريح :۔ وہ حدیث جس کی سند حضور اکرم ﷺ تک پہنچے اور اس میں حضور اکرم ﷺ کا کوئی عمل صراحۃً نقل کیا گیا ہو جیسے صحابی کہے رأيتُ رسول الله ﷺ فعل كذا۔

(٤) حديث مرفوع فعلی حکمی :۔ وہ حدیث ہے جس کی سند کسی صحابی تک پہنچے اور اس میں صحابی کا کوئی ایسا کام نقل کیا گیا ہو جس میں اجتہاد کی گنجائش نہ ہو تو وہ اس پر محمول کیا جائیگا کہ صحابی نے یقیناً رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا ہوگا

جیسا امام شافعی نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ نے نماز کسوف کی ہر رکعت میں دو رکوع کیے۔

(٥) حدیث مرفوع تقریری صریح :۔ وہ حدیث ہے جس کی سند حضور اکرم ﷺ تک پہنچے اور اس میں حضور اکرم ﷺ کے سامنے کوئی کام ہونے کا ذکر ہو لیکن حضور اکرم ﷺ نے اس کام پر انکار نہ فرمایا یعنی آپ ﷺ نے اس کو مقرر رکھا رد نہ فرمایا۔

(٦) حدیث مرفوع تقریری حکمی :۔ وہ حدیث جس کی سند کسی صحابی تک پہنچے اور صحابی ارشاد فرمائیں ہم حضور اکرم ﷺ کے زمانے مبارک میں ایسا کیا کرتے تھے یہ اس لئے حجت ہے کہ ان کے کاموں پر حضور اکرم ﷺ مطلع ہوتے تھے اور ویسے بھی صحابہ کرام علیہم رضوان ہر کام آپ ﷺ سے پوچھ کر کیا کرتے تھے اس لئے صحابہ کسی ایسے فعل کو دائما نہیں کر سکتے نیز زمانہ بھی نزول وحی کا تھا اس لئے اگر صحابہ کا کوئی عمل ناپسندیدہ ہوتا تو شریعت ضرور اسی سلسلے میں کوئی ہدایت دیتی ہیں یہ حدیث مرفوع تقریری حکمی ہے۔

صحابی کی تعریف :۔ صحابی وہ شخص ہے جس نے نبی کریم ﷺ سے ایمان کی حالت میں ملاقات کی ہو اور اسلام ہی پر ان کی وفات ہوئی ہو اگر چہ درمیانی دور میں وہ مرتد رہا ہو یہ ہی زیادہ صحیح ہے یہ حافظ ابن حجر کی تعریف ہے کیونکہ آپ شافعی ہیں اس لئے آپ نے امام شافعی کا قول نقل کیا اور اسی کو صحیح کہا۔

امام شافعی قرآن پاک کی اس آیت سے استدلال کرتے ہیں

ومن یرتد منکم عن دینه فَیَمُتْ وهو کافر فاولئک حَبِطَتْ اعمالهم فی الدنیا والاخرة واولٰئک اصحٰب النار هم فیها

خلدون۔

اورتم میں سے جوکوئی اپنے دین سے پھرے پھر کافر ہوکر مرے توان لوگوں کا کیا اکارت گیا دنیا میں اور آخرت میں وہ دوزخ والے ہیں انہیں اس میں ہمیشہ رہنا ہے۔(بقرہ ......)

امام شافعی فرماتے ہیں کہ اس آیت میں اعمال کا ضائع ہونا کفر پر موت کے ساتھ معلق کیا گیا ہے اور امام اعظم ابوحنفیہ (رضی اللہ عنہ) ارشادفرماتے ہیں کہ اس آیت میں دو جرم بیان کیئے گئے اور ان کے دو سزائیں ہیں پہلا جرم ہے مرتد ہونا اور دوسرا جرم ہے اس پر قائم رہنا یہاں تک کہ اس پر موت آجائے پہلی سزا ہے اعمال کا ضائع ہونا اور دوسری سزا ہے دوزخ میں رہنا پہلے جرم کی پہلی سزا اور دوسرے جرم کی دوسری سزا یعنی مرتد ہونے سے اعمال تو ضائع ہو ہی گئے ہاں اگر دوبارہ ایمان لے آیا تو دوسری سزاختم ہوجائیگی۔

امام اعظم کی دلیل یہ آیت بھی ہے۔

ومن یکفر بالایمان فقد حبطَ عملہ (مائدہ ۵)

اور جو مسلمان سے کافر ہواس کا کیا دھرا سب اکارت گیا

اس لئے احناف کے نزدیک صحیح یہی ہے کہ جو شخص رسول کریم ﷺ پر ایمان لایا آپ ﷺ سے ملاقات کی پھر مرتد ہوگیا تو اس کی صحابیت کا مرتبہ زائل ہوگیا اب اگر وہ ایمان لے آیا اور حضور ﷺ کی زیارت نہ کی بلکہ صحابہ کرام کو دیکھا تو وہ ابھی ہے صحابی نہیں ہے۔

صحابی کی تعریف میں حافظ ابن حجر نے ملاقات کی شرط لگائی ہے اس کا فائدہ یہ ہے کہ وہ نابینا صحابی بھی اس تعریف کے تحت صحابی کی فہرست میں شامل ہوگئے جنہوں

نے آپ ﷺ سے ملاقات کی کیونکہ ملاقات کے لئے دیکھنا شرط نہیں ہے

جبکہ امام بخاری اور دیگر محدثین نے صحابہ کی تعریف کی ہے کہ وہ مسلمان جس نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا ہو لیکن اس تعریف پر یہ اعتراض ہے کہ اسی تعریف سے نابینا صحابی صحابیت سے خارج ہو جائیں گے حالانکہ وہ بلا تردد صحابی ہیں۔

تابعی کی تعریف :۔ تابعی وہ شخص ہے جس نے ایمان کی حالت میں کسی صحابی سے ملاقات کی ہو اور اسلام ہی پر ان کا خاتمہ ہوا ہو اس سلسلے میں بھی ارتداد کا وہی اختلاف ہے جو صحابی کی تعریف میں تھا۔

مخضرمین کی تعریف :۔ یہ وہ تابعین ہیں جنہوں نے آقا ﷺ کا زمانہ ظاہری پایا لیکن آپ سے ملاقات نہ کر سکے جیسے اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، قیس بن ابی حازم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ۔

وَالْمُسْنَدُ مَرْفُوعُ صَحَابِيٍّ بِسَنَدٍ ظَاهِرُهُ الْإِتِّصَالُ.

ترجمہ :۔ اور مسند صحابی کی مرفوع کردہ ایسی سند کے ساتھ جس کے ظاہر میں اتصال ہے۔

تشریح :۔ حدیث مسند کی تعریف : مسند اسند کا اسم مفعول ہے جس کے معنی ہیں اضافت کرنا نسبت کرنا اصطلاح میں اس کی تعریف یہ ہے کہ "یہ صحابی کی روایت کردہ حدیث ہے جس کی سند بظاہر متصل ہو" صحابی کی قید سے تابعی کی روایت نکل گئی کیونکہ وہ مرسل ہے اس طرح تبع تابعین یا اس سے نیچے درجے کی روایت بھی نکل گئی کیونکہ وہ معضل یا معلق ہوگی اور بظاہر اتصال کی قید سے وہ حدیث نکل گئی جو بظاہر منقطع ہے اور جو حدیث حقیقۃ متصل ہے وہ بدرجہ اولیٰ مسند میں داخل ہوگی اور بظاہر کی قید سے یہ فائدہ ہے کہ انقطاع خفی مثلاً مدلس کی معنعن حدیث یا جن معاصر سے روایت کرنے والے کی

ملاقات ثابت نہیں وہ بھی مسند کی تعریف میں داخل ہوگئی کیونکہ ائمہ کا اس کے مسند ہونے پر اتفاق ہے۔

فإنْ قَلَّ عَدَدُه' فإمَّا أنْ يَنْتَهِيَ الى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰه عليه وسلم' اوإلى إمَامٍ ذِيْ صِفَةٍ عَلِيَّةٍ كَشُعْبَةَ' فالأولُ' الْعُلُوُّ الْمطلَقُ' والثانى' النِّسْبِيُّ' وفيه الموافقة' وَهِىَ' الْوُصُوْلُ الى شَيْخِ أحَدِ الْمُصَنِّفِيْنَ' من غيرِ طَرِيقه' وَفِيْهِ الْبَدَلُ' وهوَ' الوصولُ الى شَيْخِ شَيْخِه' كذلک' وفِيْهِ الْمُسَاوَاةُ' وهِىَ' اسْتِوَاءُ عَدَدِ الإسْنَادِ من الراوى الى آخره' مع إسْنَادِ أحَدِ الْمُصَنِّفِيْنَ' وفِيْهِ الْمُصَافَحَةُ' وهى الاستواءُ مع تِلْمِيْذِ ذلک المصنّف' ويُقَابِلُ الْعُلُوَّ بأقسامه النُّزُوْلُ.

ترجمہ :۔ پھر اگر رواۃ کی تعداد کم ہو تو یا تو وہ سند نبی ﷺ تک پہنچے گی یا کسی عالی صفت والے امام تک جیسے شعبہ۔ پس پہلی ''علو مطلق'' اور دوسری ''نسبی'' ہے اور اس میں موافقت ہے اور وہ مصنفین میں سے کسی ایک کے شیخ تک اس کے طریقے کے علاوہ (کسی اور طریقے سے) پہنچنا ہے اور اس میں ''بدل'' ہے اور وہ پہنچنا ہے اس شیخ کے شیخ تک اسی طرح (کسی اور طرق کے ذریعے) اور اس میں ''مساوات'' ہے اور وہ رواۃ کی تعداد کا برابر ہونا ہے راوی سے لیکر آخر تک مصنفین میں سے کسی ایک کی اسناد کے ساتھ اور اس میں ''مصافحہ'' ہے اور وہ برابر ہونا ہے اس مصنف کے شاگرد کے ساتھ اور علو کی اقسام کے ساتھ نزول اس کے مقابل آتا ہے۔

تشریح :۔ علو کے لغوی معنی ''بلندی'' کے ہیں اور اصطلاح میں اس سے مراد وہ سند جس کے رواۃ کی تعداد دوسری حدیث کے راویوں کی تعداد سے کم ہو علو کہلاتا ہے اس کی دو

قسمیں ہیں۔(۱) علو مطلق (۲) علو نسبی۔

(۱) **علو مطلق** :۔ صحیح نظیف سند کے ساتھ حضور ﷺ کا قرب یہ علو مطلق ہے۔

(۲) **علو نسبی** :۔ راوی سے آئمہ حدیث تک رجال کی تعداد کم ہونا یعنی قرب ہو، علو نسبی کہلاتا ہے۔

علو نسبی میں آئمہ حدیث تک کسی سے قرب ہوتا ہے اس کی چار صورتیں ہیں۔

(۱) موافقت، (۲) بدل، (۳) مساوات، (۴) مصافحہ۔

(۱) **موافقت** :۔ حدیث کی کسی کتاب کے مصنف کے شیخ تک کسی دوسری سند سے پہنچ جائیں جس میں رجال کی تعداد کم ہو مثلاً امام بخاری ایک روایت قتیبہ رضی اللہ عنہ سے اور قتیبہ مالک سے روایت کریں اب اگر کوئی راوی کسی سند سے قتیبہ رضی اللہ عنہ تک پہنچ جائے اور اس میں رجال کی تعداد امام بخاری تک پہنچنے کے مقابلے میں کم ہوں تو یہ موافقت ہے۔

(۲) **بدل** :۔ حدیث کی کسی کتاب کے مصنف کے شیخ الشیخ تک کسی دوسری سند کے ذریعے پہنچ جائیں جس میں رجال کی تعداد بھی کم ہو مثلاً امام بخاری ایک روایت قتیبہ رضی اللہ عنہ سے اور قتیبہ رضی اللہ عنہ مالک رضی اللہ سے روایت کرتے ہیں اب اگر کوئی کسی اور سند سے مالک رضی اللہ عنہ تک پہنچ جائے تو یہ بدل ہے، یعنی اب جس راوی کے ذریعے مالک رضی اللہ عنہ تک پہنچے وہ قتیبہ رضی اللہ عنہ کا بدل ہے۔

(۳) **مساوات** :۔ مصنف کتاب نے ایک حدیث ایک خاص سند سے بیان کی ایک دوسرا شخص کسی اور سند سے اس حدیث کو روایت کرے اور دونوں اسناد میں رجال کی تعداد برابر ہو مثلاً امام نسائی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے ایک حدیث روایت کریں اور ان کی سند میں گیارہ رجال ہوں ایک دوسرا شخص اسی حدیث کو دوسری سند

سے بیان کرے اور اس کی سند میں بھی گیارہ رجال ہوں تو اس کی سند اور امام نسائی کی سند میں مساوات ہوگی۔

(٤) مصافحه :۔ مصنف کتاب کے شاگرد اور کسی اور راوی کے درمیان مساوات کو مصافحہ کہتے ہیں۔

نزول :۔ یہ علو کی ضد ہے اس میں علو کی بنسبت زیادہ رجال پائے جاتے ہیں اسی لئے اس کو نزول کہتے ہیں علو کے ہر درجہ کے مقابل نزول کا بھی درجہ ہے لیکن جب علو کی مثال دے دی گی تو نزول خود بخود سمجھ میں آ گیا۔

فَإنْ تَشَارَكَ الرَّاوِی وَمَنْ رَوىٰ عَنْه' فِی السِّنِّ وَاللُّقِیِّ فَهُو الْاَقْرَانُ' وَإنْ رَوىٰ كُلٌّ مِنهما عَنِ الآخَرِ فَالْمُدَ بَّجُ' و إن رَوَى عَمَّنْ دُونَه فَالأ كَابِرُعَنِ الْاَصَاغِرِ' ومنه' الآ باءُ عن الأ بنَاء' وفی عكسه كَثْرَةٌ' ومنه' من روی عن ابيه' عن جده۔

ترجمه :۔ پس اگر راوی اور مروی عنہ عمر میں اور (استاد سے) ملاقات کرنے میں شریک ہوں تو وہ (روایت) اقران ہے اور اگر ان میں سے ہر ایک دوسری سے روایت کرے تو مدبج ہے اور اگر اپنے سے کم رتبہ والے سے روایت کرے تو وہ (روایت) اکابر عن الاصاغر ہے اور اسی قسم میں روایت الاباء عن الابناء ہے۔ اور اس کے برعکس میں (روایات) کثرت سے ہیں اور اس میں سے ہے جس نے روایت کی عن ابیه عن جده۔

تشریح :۔ (١) روایت الاقران (٢) روایت المدبج (٣) روایت الاکابر عن الاصاغر (٤) روایت الاصاغر عن الاکابر۔

(١) روایت الاقران :۔ اقران جمع ہے قرین کی اور اصطلاح میں اس کا معنی یہ ہے

کہ راوی اور مروی عنہ روایت حدیث سے تعلق رکھنے والی کسی بات میں شریک ہوں مثلاً ہم عمر ہوں یا استاد بھائی ہوں تو اسی روایت الاقران یعنی قرین سے قرین کی روایت کہتے ہیں۔

روایت المدبج :۔ یہ ہے کہ ہر ایک قرین اپنے قرین سے روایت کرے روایت مدبج خاص ہے روایت الاقران عام ہے کیونکہ مدبج میں دونوں جانب سے روایت ہونی ضروری ہے اور روایت الاقران میں ایک جانب سے روایت کافی ہے پس ہر مدبج اقران ہے مگر ہر اقران مدبج نہیں ہے۔

وإنِ اشْتَرَكَ اثنَانِ عَنْ شيخٍ' وتَقَدَّمَ موتُ أحدِ هما' فهو السَّابِقُ واللَّاحِقُ' وَإنْ رَوىٰ عنِ اثْنَيْنِ مُتَّفِقي الإسْمِ' ولَمْ يَتَمَيَّزَا' فَبا خُتِصَاصِه بِأحدِ هِما يَتَبَيَّنُ الْمُهْمَلُ۔

ترجمہ :۔ اگر دو راوی کسی ایک شیخ سے روایت کرنے میں شریک ہوں اور ان میں سے ایک کی موت مقدم ہو جائے تو وہ سابق اور لاحق ہونگے' اور اگر کسی نے ایسے دو ہم نام (استادوں) سے روایت کی جن میں تمیز نہ ہو سکے تو راوی کے ان دونوں میں سے کسی ایک کے ساتھ خاص ہونے کی وجہ سے مہمل واضح ہو جائے گی۔

تشریح :۔ سابق ولاحق :۔ اگر دو راوی ایک شیخ سے روایت کرنے میں شریک ہوں اور ایک راوی دوسرے سے پہلے وفات پا گیا تو پہلے وفات پانے والے کو سابق اور اس کے مقابل لاحق کہا جاتا ہے ایسے دو راویوں میں زیادہ سے زیادہ 150 سال کا فاصلہ ثابت ہے یعنی ان کی وفات میں چنانچہ حافظ سلفی سے ابو علی بردانی نے جو ان کے شیخ بھی ہوتے ہیں روایت کی ان سے اور پھر ان کا ۵۰۰ھ میں انتقال ہو گیا اور سب سے آخر میں ان سے ان کے پوتے ابو القاسم عبد الرحمٰن بن مکی نے سماع کر کے روایت کیا اور ابو

القاسم کا انتقال ۶۵۰ھ میں ہوا ان کے اور ابو القاسم کی وفات کے درمیان ۱۵۰ سال کا فاصلہ ثابت ہے۔

سابق و لاحق کی معرفت کا فائدہ:۔

(۱) تدلیس کا شبہ ختم ہو جائے گا (۲) لاحق کی اسناد میں انقطاعِ سند کا وہم ختم ہو جائیگا۔

مہمل :۔ مہمل اسم مفعول ہے اہمال سے اور اصطلاح میں اس سے مراد یہ ہے کہ راوی ہم نام راویوں سے روایت کرتا ہو ناموں کا یہ اشتراک کبھی صرف راویوں کے ناموں میں ہوتا ہے کبھی آباء کے ناموں میں بھی اور کبھی نسبت میں بھی اشتراک ہوتا ہے۔

اگر ہم نام راوی سبھی ثقہ ہوں تو امتیاز کرنے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ اس صورت میں اہمال صحت حدیث کو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا ان میں سے کوئی بھی روایت کرے حدیث صحیح ہوگی اور اگر ایک ضعیف اور ایک ثقہ ہو تو امتیاز کرنے کی ضرورت پیش آئے گی اور اگر امتیاز نہ ہو پائے تو حدیث ضعیف قرار پائے گی۔

امتیاز کا طریقہ :۔ اسباب امتیاز چار ہیں' (۱) نسب (باپ' دادا)' (۲) نسبت' (۳) لقب' (۴) کنیت

(ان اسباب کے ذریعہ امتیاز کرنے کی کوشش کی جائیگی لیکن اگر ان کے باپ' دادا' قبیلے سے امتیاز نہ ہو سکے تو پھر راوی جس شیخ سے روایت کرتا ہے اس سے امتیاز کی کوشش کی جائیگی)۔

ثقہ راوی کی مثال:۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں احمد سے اور وہ ابن وھب سے یہ احمد بن صالح بھی ہو سکتے ہیں اور احمد بن عیسیٰ بھی لیکن چونکہ دونوں ثقہ ہیں اس لئے امتیاز کرنے

کی کوئی ضرورت نہیں۔

وَإن جَحَدَ الشَّيخُ مَروِيَّه' جَزْمًا رُدَّ' أَوْ احْتِمَالاً قُبِلَ فِی الْأَصَحِّ' وفيه' ''مَنْ حَدَّثَ وَنَسِىَ'' وَإِنِ اتَّفَقَ الرُّوَاةُ فِی صِيَغِ الْأَدَاءِ' أوغَيْرِهَا مِنَ الْحَالَاتِ' فهو الْمُسَلْسَلُ''.

ترجمه :۔ اگر شیخ اس روایت سے جو اس سے مروی ہے یقین کے ساتھ انکار کردے تو وہ رد کردی جائے گی یا اور اگر محض شک کے ساتھ (انکار کرے) تو اصح قول کے مطابق قبول کی جائیگی اور اس باب میں مَنْ حَدَّثَ وَنَسِىَ (نامی کتاب تحریر کی گئی ہے) اور اگر راوی ادا کے صیغہ میں متفق ہوں یا اس کے علاوہ حالات میں تو وہ (حدیث) مسلسل ہے۔

تشریح :۔ راوی کے شیخ کا انکار: اگر شیخ اس روایت سے جو اس سے روایت کی جارہی ہے جزم کے ساتھ انکار کردے تو یہ روایت مردود قرار دی جائے گی کیونکہ اس صورت میں شیخ اور راوی میں دونوں میں سے کوئی ایک بالیقین جھوٹا ہے اور جھوٹے کی روایت قبول نہیں کی جاتی لہٰذا ان کی خبر کو بھی رد کردیا جائے گا۔

جزم کے ساتھ انکار کی مثال :۔ شیخ کہے ''یہ مجھ پر جھوٹ ہے'' یا یوں کہے ''میں نے یہ روایت بیان نہیں کی'' یعنی کوئی بھی ایسے الفاظ جن میں یقین ہو۔

شیخ کا انکار شك کے ساتھ :۔ اور اگر شیخ اس روایت سے جو راوی نے اس سے روایت کردیا ہے انکار کرے لیکن اس انکار میں یقین کے الفاظ نہ ہوں بلکہ شک کے معنی ہوں تو یہ روایت اصح قول کے مطابق شیخ کے بیان پر محمول کرتے ہوئے قبول کرلی جائیگی البتہ بعض کا قول یہ بھی ہے کہ یہ قبول نہیں کی جائیگی۔

اس بارے میں یعنی شیخ کے روایت کے انکار کے بارے میں دارقطنی نے

ایک کتاب ''من حدث ونسی'' لکھی ہے اس میں بہت سے ایسے مشائخ کا تذکرہ ہے جنہوں نے حدیثیں بیان کیں اور جب ان کے سامنے پیش کی گئیں تو انہوں نے لاعلمی کا اظہار کیا۔

شک کے ساتھ انکار کی مثال :۔ مثلاً شیخ یہ کہے کہ ''مجھے یہ حدیث یاد نہیں'' یا یوں کہے کہ میں یہ حدیث نہیں جانتا۔

حدیث مسلسل :۔ مسلسل اسم مفعول ہے سلسلہ سے اور اس کی اصطلاحی تعریف یہ ہے کہ وہ حدیث جس کی سند کے رواۃ میں سے ہر راوی مسلسل کسی حالت کو نقل کرے یہ تسلسل فعلیہ ادا میں بھی ہو سکتا ہے' یا حالت قولیہ وفعلیہ میں یا صرف حالت فصلیہ میں یا صرف حالت قولیہ میں۔

صیغہ ادا میں تسلسل :۔ اس میں روایت کا ہر راوی یہ کہے سمعت وفلانا یا ہر راوی حدثنا کہے یا قال کہے اور ابتدائے سند سے آخر تک ایک ہی صیغہ ادا کیا جائے۔

قولیہ کی مثال حدیث معاذ ابن جبل :۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال له یا معاذ اَنّی اُحِبُّکَ فقل فی دبرکل صلاۃ' اللھم اعنی علی ذکرك و شکرك و حسن عبادتک۔

پس اس حدیث کو روایت کرتے ہوئے ہر راوی اپنے شاگرد سے کہتا انا احبک فقل۔

قولیہ و فعلیہ کی مثال حضرت انس رضی اللہ کی حدیث

قال رسول اللّٰه ﷺ لایجد العبد حلاوۃ الایمان حتی یومن بالقدر خیرہ وشرہ حلوہ ومرہ وقبض رسول اللّٰہ علی لِحُیَتِه وقال' امنت بالقدر خیرہ وشرہ وحلوہ ومرہ.

پھر حضرت انس رضی اللہ عنہ نے داڑھی کو مٹھی میں لے کر فرمایا آمنت بالقدر خیرہ ..... پھر یزید رقاشی نے بھی اسی طرح کیا اور یہی الفاظ کہے اور اس روایت کے ہر راوی نے۔

فعلیہ کی مثال :۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث

قال :شبک بیدی ابوالقاسم صلی اللّٰه علیه وسلم وقال "خلق اللّٰه الارض یوم السبت" اس حدیث کو ہر راوی اپنے شاگرد کے ہاتھ میں تشبیک کر کے بیان کرتے تھے فعل کے تسلسل کی دیگر مثالیں ٹیک لگا کر بیان کرنا' شاگرد کا ہاتھ پکڑنا' سر پر ہاتھ رکھنا ہے۔

وَصِیَغُ الْاَدَاءِ' سَمِعْتُ وَحَدَّثَنِیْ' ثُمَّ أَخْبَرَنِیْ وَقَرَأْتُ عَلَیْهِ' ثُمَّ قُرِئَ عَلَیْهِ وَاَنَا اَسْمَعُ ثُمَّ أَنْبَأَنِیْ' ثُمَّ نَاوَلَنِیْ' ثُمَّ شَافَهَنِیْ' ثُمَّ کَتَبَ اِلَیَّ' ثُمَّ عَنْ وَنَحْوُهَا' فَالْأَ وَّلَانِ' لِمَنْ سَمِعَ وحده من لفظ الشیخ' فَإِنْ جَمَعَ فَمَعَ غَیْرِه' وَاَوَّلُهَا' أَصْرَحُهَاوَ اَرْفَعُهَا' فِی الْإِمْلَاءِ' وَالثَّالِثُ وَالرَّابِعُ' لِمَنْ قَرَأَبِنَفْسِه' فَإِنْ جَمَعَ فَهُوَ کَالْخَامِسِ' وَالْإِنْبَاءُ بِمَعْنَی الْإِخْبَارِ' إِلَّافِی عُرْفِ الْمُتَأَخِّرِیْنَ فهو لِلْإِجَازَةِ' کَعَنْ وَعَنْعَنَةُ المعاصِرِ مَحْمُوْلَةٌ عَلَی السَّمَاعِ' إِلَّا من مُدَلِّسٍ'وَقِیْلَ' یُشْتَرَطُ ثُبُوْتُ لِقَائِهِمَا' وَلَوْمَرَّةً' وهو الْمُخْتَارُ' وَاَطْلَقُوْا الْمُشَافَهَةَ فی الْإِجَازَةِ اَلْمُتَلَفَّظِ بِهَا'

والمُكاتبَة فى الإجَازة المكتُوب بها' وَاشْتر طُوافى صِحَّةِ المُناوَلةِ اقْتِرا نَها بِالْإذْن بِالرِّوَايَةِ' وَهِيَ اَرْفَعُ أنْواعِ الْإجَازَة' وَكَذا اشْتَرطُوا الاذْنَ فِى الْوَجَازَة' والْوَصِيَّة' بالكتَابِ' وفى الْإعْلَامِ' وَإلّا فَلاَ عِبْرَة بِذٰلِكَ' كَالْإجَازَة الْعَامَّة' ولِمَجْهولِ' وللمعدوم' عَلَى الْأصَحّ فى جَمِيْع ذٰلِكَ.

ترجمہ :. اوراداء کے صیغے: سمعت (میں نے سنا) اور حدثنی (اس نے مجھ سے بیان کی) ہیں' پھر اخبرنی (اس نے مجھے خبردی) اور قرآت علیہ (میں نے اسپر قرات کی) ہیں' پھر قری علیہ وانا اسمع (اس کے سامنے پڑھی گئی اس حال میں کہ میں سن رہا تھا) ہے' پھر انبانی (اس نے مجھے خبردی) ہے پھر ناولنی (اس نے مجھے دی) ہے پھر شافھنی (اس نے مجھے منہ در منہ بتائی) ہے پھر کتب الی (اس نے میری طرف لکھی) ہے۔ پھر عن اور اس کے مانند الفاظ ہیں۔ پس پہلے دو الفاظ اس کے لئے ہیں جس نے اکیلے شیخ سے سنا' پس اگر وہ جمع کہے (سمعنا) تو کسی دوسرے کے ساتھ (سننا) ہے۔ اور پہلا لفظ (سمعت) لکھنے میں زیادہ صریح اور بلند مرتبہ ہے اور تیسرا اور چوتھا اس شخص کے لئے ہے جس نے خود (استاد کے سامنے) حدیث پڑھی اگر جمع کہے (مثلاً اخبرنا' قرانا علیہ) تو وہ پانچواں ہے۔ اور انبا اخبار کے معنی میں ہے سوائے متاخرین کے عرف میں کہ وہ (انبا) اجازت کیلئے ہے جیسے عن اور معاصر کا عنعنہ سماع پر محمول ہے۔ سوائے تدلیس کرنے والے کے (عنعنہ کے) اور کہا گیا (بعض لوگوں کے نزدیک) ان دونوں (ہمعصروں) کی ملاقات کی شرط لگائی گئی ہے۔ اگرچہ ایک ہی مرتبہ ہو اور یہی قول (اختیار کیا گیا) ہے۔ اور (محدثین) مشافہہ کا اطلاق زبانی دی گئی اجازت پر کرتے ہیں اور مکاتبہ کا لکھی ہوئی اجازت پر اور محدثین مناولہ کی صحت کے لئے شرط لگاتے ہیں کہ کتاب دینے کے ساتھ

ساتھ روایت کرنے کی اجازت بھی ملی ہوئی ہو۔ اور یہی (مناولہ) اجازت روایت کی انواع میں سب سے بلند ہے۔ اور اسی طرح محدثین نے وجازہ اور کتاب کی وصیت اور اعلام میں بھی اجازت کی شرط لگائی ہے۔ ورنہ ان کا (بغیر اجازت) کوئی اعتبار نہیں جسطرح صحیح قول کے مطابق ان تینوں میں اجازت عامہ اور مجہول اور معدوم کے لئے اجازت (کا اعتبار نہیں)۔

تشریح :۔ سمعت یا حدثنی: صیغہ واحد متکلم کے ساتھ اس وقت روایت کی جائیگی جب کہ سامع نے تنہا اپنے شیخ سے حدیث سنی ہو۔

سمعنا یا حدثنا :۔ صیغہ جمع متکلم کے ساتھ اسوقت روایت کی جائیگی جبکہ سامع نے دیگر افراد کے ساتھ اپنے شیخ سے سماع حدیث کیا ہو۔

نوٹ :۔ البتہ کبھی کبھی سمعنا یا حدثنا کیلیے سننے پر بھی بولا جاتا ہے۔

ارفع منها :۔ ان سب میں (یعنی تمام صیغہ ادا میں) سمعت کو فوقیت حاصل ہے اور یہ مزید قوت پکڑ جاتا ہے جبکہ اس کے ساتھ لکھنا بھی پایا جائے۔

اخبرنی اور قرأت علیه :۔ صیغہ واحد کے ساتھ بیان کی جاتی ہے جبکہ شاگرد تنہا حدیث اپنے شیخ کے سامنے سنائے۔ اور اگر شاگرد شیخ کے سامنے دیگر افراد کی موجودگی میں حدیث سنائے تو اسے اخبرنا اور قرانا علیہ کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔

انبانی :۔ متاخرین محدثین کے نزدیک یہ عن کی طرح اجازت کیلیے ہے۔

مناوله اس کی دو قسمیں هیں

(۱) مناولہ مقرونہ بالاجازۃ' (۲) مناولہ مجرد عن الاجازۃ

(۱) مناوله مقرونه بالاجازة :۔ شیخ اپنے تلمیذ کو اپنے سماع کی اصل یا نقل دے اور کہے میں اس کتاب کو فلاں سے روایت کرتا ہوں اور میں نے تم کو اپنی طرف سے اس

کتاب کو روایت کرنے کی اجازت دی۔

(ب) تلمیذ نے شیخ سے سن کر جو احادیث لکھی ہیں وہ شیخ کو دے اور وہ اس کا مطالعہ کر کے واپس لوٹائے اور کہے یہ میری حدیثیں ہیں ان کو مجھ سے روایت کر دیا کہے میں نے تم کو ان کی روایت کرنے کی اجازت دی۔

(۲) مناولہ مجرد عن الاجازۃ :۔ شیخ اپنے تلمیذ کو اپنی مسموعات کی اصل یا نقل دے اور کہے کہ یہ میری مسموعات ہیں' لیکن روایت کرنے کی اجازت نہ دے اس صورت میں اس شیخ سے روایت کرنا جائز نہیں۔

مشافھہ :۔ محدثین کی اصطلاح میں مشافہہ روایت کرنے کی وہ اجازت ہے جو شیخ نے زبانی دی ہو۔

حدیث معنعن :۔ اسم مفعول ہے عنعن سے اور اصطلاح میں وہ حدیث ہے جس میں راوی عن فلاں عن فلاں کہے اس کی مثال ابن ماجہ کی یہ روایت۔

حدثنا عثمان بن ابی شیب ثنا معاویہ بن ھشام ثنا سفیان عن اسامۃ بن زید عن عثمان بن عروہ عن عروہ عن عائشہ قالت : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ان اللہ وملائکتہ یصلون علی میا من الصفوف۔

اس قسم کی حدیثیں بے شمار ہیں۔

لفظ عن عن سے روایت کرنے کا نام عنعنہ ہے اور جو حدیث بصیغہ عن روایت کی جاتی ہے اس کو معنعن کہتے ہیں' حدیث معنعن چند شرائط کے ساتھ متصل کے حکم میں ہے۔

(۱) معنعن سے روایت کرنے والا راوی مدلس نہ ہو۔

(۲) راوی کی مروی عنہ سے ملاقات ممکن ہو یعنی دونوں معاصر ہوں ان دو

شرطوں پر جمہور محدثین متفق ہیں مگر بعض آئمہ محدثین نے مزید یہ شرائط عائد کی ہیں۔

(۱) امام بخاری اور علی بن مدینی لقاء کو شرط قرار دیتے ہیں یعنی وہ معاصرت کے ساتھ ساتھ راوی اور مروی عنہ کی کم از کم ایک بار ملاقات کو شرط قرار دیتے ہیں۔

(۲) ابو مظفر سمعانی طویل صحبت کو شرط قرار دیتے ہیں لیکن یہ شرط صحیح نہیں۔

مکاتبہ :۔ اس کی تعریف یہ ہے کہ شیخ اپنی مسموعات کسی حاضر شخص کو خود لکھ کر یا کسی سے لکھوا کر دے یا کسی غائب شخص کو لکھ کر یا لکھوا کر دے اس کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) مکاتبہ مقرونہ بالاجازۃ' (۲) مکاتبہ مجردہ عن الاجازۃ

(۱) مکاتبہ مقرونہ بالا جازۃ :۔ جیسے کہ شیخ کہے میری اجازت ہے تیرے لئے اس میں جو میں نے تیرے لئے لکھا ہے۔ اس سے روایت کرنا صحیح ہے۔

(۲) مکاتبہ مجردۃ عن الاجازۃ :۔ کتابت مجرد یہ ہے کہ صرف لکھ کر دے اور اجازت نہ دے تو اس کو روایت کرنے کی اجازت نہیں۔

وصیت :۔ وصیت یہ ہے کہ ایک شخص موت کے وقت یا سفر کے وقت وصیت کرے میری یہ کتاب فلاں شخص کو دے دی جائے تو اسے وصیت بالکتاب کہا جاتا ہے لیکن محدثین کے نزدیک موصی لہ کو اس سے روایت کرنا اس وقت جائز ہوگا جبکہ وصیت کرنے والے نے روایت کرنے کی اجازت دی ہو۔

وجادۃ :۔ وجادۃ یہ ہے کہ کوئی حدیث کسی شخص کو مل جائے وہ راوی کی تحریر کو پہچانتا ہو تو وجدت بخط فلاں کہہ کر روایت کرسکتا ہے اور اگر اس شخص کو راوی کی تمام مرویات کو روایت کرنے کی اجازت ہو تو لفظ اخبرنی سے روایت کرسکتا ہے۔

اعلام :۔ اعلام یہ ہے کہ شیخ طالب سے صرف اتنا کہے کہ یہ حدیث میری سنی ہوئی ہے یا اس کتاب میں میری سنی ہوئی حدیثیں ہیں اور اس کو روایت کرنے کی اجازت نہ دے تو

اس کوروایت کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

اجازت :۔ کسی کوروایت کرنے کی اجازت دیناہے۔

(۱) شیخ معین کتاب یا معین حدیث کی اجازت معین شخص کو دے مثلاً امام بخاری نے متعین شخص یعنی امام مسلم کو معین کتاب یعنی بخاری شریف روایت کرنے کی اجازت دی اسی طریقے سے حدیث روایت کرنا جائز ہے۔

(۲) شیخ معین شخص کو غیر معین چیز کی اجازت دے مثلاً یہ کہے کہ میں اپنی تمام مسموعات کی تمہیں اجازت دیتا ہوں جمہور نے اس کو جائز کہا۔

(۳) کسی غیر معین کو عام وصف کے ساتھ اجازت دے مثلاً کہے کہ میں نے مسلمانوں کو اجازت دی یا ہر ایک کو اجازت یا اپنے زمانے والوں کو اجازت دی اس میں اختلاف ہے اور صحیح یہ کہ جائز نہیں ہے۔

(۴) کسی مجہول چیز کی اجازت دے مثلاً وہ سنن کی کئی کتابوں کو روایت کرتا ہو اور کہے میں نے تم کو سنن کی اجازت دی یا کہے میں نے ''محمد جنید کوفی'' کو اجازت دی اور وہاں اس نام کے کئی آدمی ہوں اس کو جواز میں بھی اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ جائز نہیں۔

(۵) کسی معدوم شخص کیلئے اجازت ہو مثلاً فلاں کے ہاں جو بیٹا پیدا ہوگا اس کو اجازت دی اس میں بھی اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ جائز نہیں۔

ثُمَّ الرُّوَاة إِن اتَّفَقَتْ أَسْمَاؤُهُمْ وَأَسْمَاءُ آبائِهِمْ فَصَاعِداً وَاخْتَلَفَتْ أَشْخَاصُهُمْ فَهُوَ الْمتَّفِقُ وَالْمُفْتَرِقُ، وإِنِ اتَّفَقَتِ الْأَسْمَاءُ خَطًّا، وَاخْتَلَفَتْ نُطْقاً فهو الْمُؤْتَلِفُ وَالْمُخْتَلِفُ، وَإِنِ اتَّفَقَتِ الْأَسْمَاءُ وَاخْتَلَفَتْ الْآبَاءُ، أَوْ بِالْعَكْسِ، فَهُوَ الْمُتَشَابِهُ،

وكذا إن وَقَعَ ذٰلِكَ الاتِّفَاقُ فِي الْإِسْمِ واسمِ الأب، وَالْإِخْتَلَافُ فِي النِّسْبَةِ وَيَتَرَكَّبُ مِنْهُ وَمِمَّا قَبْلَه أنوَاعٌ، منها أنْ يَحْصُلَ الإتفَاقُ اَوِ الْإِ شْتِبَاهُ إلَّا فِي حرفٍ اوحرفين او بالتقديم والتأخير اَوْنحو ذٰلِكَ۔

ترجمہ :۔ پھر اگر راویوں کے نام اور ان کے والدوں کے نام اور ان سے اوپر بھی نام متفق (ایک جیسے) ہوں اور شخصیتیں مختلف ہوں تو وہ ''متفق'' اور ''مفترق'' کہلاتے ہیں اور اگر ان کے نام لکھنے میں ایک جیسے اور بولنے میں مختلف ہوں تو یہ ''مؤتلف'' اور ''مختلف'' اور اگر (راویوں) کے نام ایک جیسے اور والدوں کے نام مختلف ہوں یا بالعکس تو وہ متشابہ ہے۔اور اسی طرح اگر یہ اتفاق راوی کے نام اور والد کے نام میں واقع ہو اور نسبت میں اختلاف ہو۔اور متشابہ اور اس سے پہلے والی قسموں سے کئی اقسام بنتی ہیں، ان میں سے ہیں کہ ایک یا دو حرف کے علاوہ، تقدیم و تاخیر یا اسی طرح کسی اور بات کی وجہ سے اتفاق یا اشتباہ حاصل ہو۔

تشریح :۔ متفق و مفترق: متفق اسم فاعل ہے اتفاق سے اور مفترق اسم فاعل ہے افتراق سے وہ راوی جن کے نام مع ولدیت ایک جیسے ہوں اور ان کی شخصیت علیحدہ علیحدہ ہو ایسے روات کہ نام یکساں ہونے کی وجہ سے متفق اور شخصیتیں مختلف ہونے کی وجہ سے مفترق کہا جاتا ہے اس کی کئی صورتیں ہیں مثلاً (۱) راوی کا نام مع ولدیت یکساں ہو جیسے خلیل بن احمد نام کے چھ راوی ہیں۔

(۲) راوی کے دادا تک نام یکساں ہو جیسے خلیل بن جعفر بن حمدان نام کے ایک ہی وقت میں چار افراد تھے۔

(۳) کنیت اور ولدیت یکساں ہو جیسے ابوبکر بن عیاش نام کے تین راوی

ہیں۔

موتلف و مختلف :۔ وہ راوی جن کے نام یا القاب یا کنیت لکھنے میں یکساں ہو مگر تلفظ میں مختلف ہو جیسے سُلام اور سَلام، عُقیل اور عَقیل وغیرہ ایسے رواۃ کو بلحاظ کتابت موتلف اور بالحاظ تلفظ مختلف کہتے ہیں۔

متشابہ :۔ وہ ہم نام راوی جن کی ولدیت تلفظ میں مختلف اور کتابت میں متفق ہو جیسے محمد بن عُقیل اور محمد بن عَقیل یا اس کے برعکس ہوں یعنی رواۃ کے نام تلفظ میں مختلف اور کتابت میں یکساں ہو اور ولدیت یکساں ہو جیسے شریح بن نعمان اور سریج بن نعمان۔

دیگر اقسام :۔ تشابہ اور اس سے پہلی والی قسموں سے ملکر کچھ اور اقسام بھی بنتی ہے مگر اس میں اشتباہ یا اتفاق حروف کی تبدیلی یا کسی اور وجہ سے حاصل ہوتا ہے مثلاً ایوب بن سیار اور ایوب ابن یسار میں والدیت میں حروف کی تقدیم وتاخیر ہے۔

وَمِنَ الْمُهِمِّ : مَعْرِفَةُ طَبَقَاتِ الرُّوَاةِ وَمَوَالِيْدِ هِمْ وَوَفَيَاتِهِمْ وَبُلْدَانِهِمْ وَأَحْوَالِهِمْ تَعْدِيلاً وَتَجْرِيْحًا وَجِهَالَةً۔

طبقات :۔ اصطلاح میں طبقہ ایسی جماعت کیلئے بولا جاتا ہے جو عمر یا ملاقات میں شریک یا صرف عمر میں یا صرف ملاقات کرنے میں شریک ہوں مثلاً حضور اکرم ﷺ سے ملاقات کرنے والوں کا طبقہ، صحابہ کرام علیہم رضوان سے ملاقات کرنے والوں کا طبقہ وغیرہ وغیرہ۔

طبقات جاننے کے فوائد :۔

(۱) ایسے مشتبہ راوی جن کے نام ایک ہوں یا کنیت ایک ہو ان راویوں کو پہچاننا آسان ہو جاتا ہے۔

(۲) ایسی روایت جس میں راوی نے عن عن کر کے روایت اس میں سماع یا

عدم سماع کا اندازہ ہو جاتا ہے۔

(۳) تدلیس کے پتہ چلنے کا امکان بڑھ جاتا ہے۔

روایت کرنے والوں کے حالات کو جاننا:۔

(۱) یہ ضروری ہے کہ روایت کرنے والوں کی تاریخ ولادت اور تاریخ وفات معلوم ہو اور ان کے وطن کو جاننا چاہئے نیز ان کے دیگر احوال بھی جاننے چاہئیں مثلاً انہوں نے کہاں تعلیم حاصل کی کن کن شہروں کا سفر کیا کن کن مشہور مشائخ سے ملاقاتیں کیں کیونکہ اس طرح ہم دو نام میں مشترک اور طبقہ میں مختلف' یا نام میں مشترک شہر میں مختلف راوی میں تمیز کرلیں گے۔

(۲) اس کے ذریعے ہم تدلیس کے بارے میں بھی جان جائیں گے کیونکہ اگر ایک راوی جو بصرہ میں رہتا ہے ایسے شیخ سے روایت کرے جو مکہ میں رہتا ہو شیخ کا بصرہ آنا ثابت نہیں اس کا مکہ جانا ثابت نہیں اور کسی اور جگہ بھی ان کی ملاقات ثابت نہیں۔

(۳) ایک راوی نے عن فلان عن فلاں کہہ کر روایت کردیا ہے لیکن عن فلاں کہہ کر جس سے روایت کررہا ہے اس راوی کا انتقال اس راوی کی پیدائش سے ۵ سال پہلے ہوچکا ہے یقیناً درمیان سے کوئی راوی ساقط ہے۔

مختلف طبقات :۔ محدثین نے مختلف انداز میں طبقات کو ترتیب دیا ہے کسی نے صحابہ کو ایک طبقہ' تابعین کو دوسرا اور تبع تابعین کو تیسرا طبقہ شمار کیا تو کسی نے صرف صحابہ اکرام علیہم رضوان کو ۳ تین طبقات میں شمار کیا کبار صحابہ کا طبقہ درمیانی صحابہ کا طبقہ اور صغار صحابہ کا طبقہ' علامہ ابوعبداللہ حاکم نیشاپوری نے صحابہ کے بارہ ۱۲ طبقات مقرر کئے ہیں۔

(۱) وہ صحابی جو مکہ میں اسلام لائے مثلاً خلفائے اربعہ

(۲) وہ صحابی جو دار الندوہ میں مشاورت سے پہلے اسلام لاچکے تھے۔

(۳) مہاجرین حبشہ

(۴) اصحاب عقبہ اولیٰ

(۵) اصحاب عقبہ ثانیہ

(۶) مہاجرین اولین وہ جو حضور اکرم ﷺ کے قبا پہنچنے سے پہلے مدینہ پہنچ گئے

(۷) اہل بدر

(۸) بدر اور حدیبیہ کے درمیانی عرصے میں ہجرت کرنے والے

(۹) اہل بیعت رضوان

(۱۰) حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیانی عرصے میں ہجرت کرنے والے صحابہ مثلاً خالد بن ولید اور حضرت عمرو بن عاص

(۱۱) فتح مکہ کے بعد مسلمان ہونے والے صحابہ

(۱۲) وہ بچے جنہوں نے فتح مکہ اور حجۃ الوداع کے دن آپ ﷺ کی زیارت کی (علیہم الرضوان)۔

راویوں کی پیدائش اور وفات:۔ اس کا تعلق تاریخ سے ہے جس کا ذکر پیچھے گزر چکا ہے اس کا جاننا بھی ضروری ہے تاکہ اگر کوئی راوی کسی شیخ سے روایت کرے تو پیدائش کا وقت جاننے سے اس کا جھوٹ کھل جائیگا مثلاً ایک شخص جو ۲۰۰ھ میں پیدا ہوا وہ امام مالک سے روایت کرے تو یقیناً یہ شخص غلطی پر ہے کیونکہ امام مالک کا وصال ۱۷۹ھ میں ہوا یا راویوں کے سلسلے میں سے کسی اور کی غلطی سے بیچ کا ایک نام رہ گیا ہے تو

پتہ چلا کہ پیدائش اور وفات کے وقت جاننے سے اتصال سند اور انقطاع سند کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔

راویوں کے شہر اور راویوں کے حالات کا جاننا:۔ شہروں کا جاننا اس لئے ضروری ہے کہ بعض مرتبہ دو ہم نام راویوں میں شہر کی نسبت کی وجہ سے پہچان ہو سکے یا راوی ایک ایسے شیخ سے روایت کرے جو دوسرے شہر میں رہتا ہوں اور راوی کبھی اس شہر میں نہ گیا ہو پھر بھی اس شیخ سے روایت کرے یہ سب جاننے کے لئے ہر راوی کے مکمل احوال کا جاننا ضروری ہے کیونکہ حدیث کے مرتبہ کا فیصلہ راوی کے احوال پر موقوف ہوتا ہے۔

(۱) وَمَرَاتِبُ الْجَرْحِ' وَأَسْوَؤُهَا' الْوَصْفُ بِأَفْعَلَ' كَأَكْذَبِ النَّاسِ' ثُمَّ دَجَّالٌ' او وَضَّاعٌ' اوكَذَّابٌ' وَأَسْهَلُهَا' لَيِّنٌ' او: سَيِّئُ الْحِفْظِ' اَو' فيه مَقَالٌ

(۲) وَمَرَاتِبُ اَلتَّعْدِيْلِ' وارْفَعُهَا' الْوَصْفُ بأَفْعَلَ' كَأَوْثَقِ النَّاسِ' ثُمَّ مَاتَأَكَّدَبِصِفَةٍ اوصِفَتَيْنِ' كَثِقَةٌ ثِقَةٌ' اوثِقَةٌ حَافِظٌ' وأَدْنَاهَا' مَا أَشْعَرَ بِالْقُرْبِ مِنْ اَسْهَلِ التَّجْرِيْحِ' كَشَيْخٌ'

(۳) وَتُقْبَلُ التَّزْكِيَةُ مِنْ عَارِفٍ بِأَسْبَابِهَا' وَلَوْمِنْ وَّاحِدٍ' عَلَى الْأَصَحِّ

(۴) وَالجَرْحُ مُقَدَّمٌ عَلَى التَّعْدِيْلِ إِنْ صَدَرَمِنْ عَارِفٍ بِأَسْبَابِهٖ' فان خَلاَعَنْ تَعْدِيْلٍ قُبِلَ مُجْمَلاً عَلَى الْمُخْتَارِ۔

(۱) ترجمہ :۔ اور جرح کے مراتب:۔ اس کا (جرح) بدترین مرتبہ وہ ہے جو وصف بیان ہو افعل (صیغہ اسم تفضیل) کے ساتھ جیسے لوگوں میں سے سب سے جھوٹا پھر دجال

(بروزن فعال) یا وضاع (بہت حدیثیں گھڑنے والا) یا کذاب (بڑا مکار) (بہت زیادہ جھوٹ بولنے والا) اور اس (جرح) کا سب سے کم درجہ لین (نرم) یا سیئ الحفظ (خراب حافظے والا) او فیہ مقال۔

(۲) اور تعدیل کے مراتب :۔ اور تعدیل کا بلند ترین مرتبہ جو متصف ہو افعل کے صیغے کے ساتھ جیسے کاوثق الناس (لوگوں میں سے سب سے زیادہ مضبوط) پھر وہ جو مؤکد ہو ایک صفت سے یا دو صفتوں سے جیسے ثقۃ' ثقۃ یا ثقۃ حافظ اور تعدیل کا ادنیٰ درجہ وہ ہے جو سب سے ہلکی جرح نے قربت کا شعور دلائے جیسے (تعدیل) شیخ۔

(۳) اور تزکیہ کو قبول کیا جاتا ہے تعدیل (تزکیہ) کے اسباب کو جاننے والے کی طرف سے اگر چہ کہ ایک ہی شخص ہو اور یہی درست قول ہے۔

اور جرح اس وقت تعدیل پر فوقیت رکھتی ہے جب یہ جرح کے اسباب جاننے والے کی طرف سے ہو اور اگر تعدیل سے وہ خالی ہو تو جرح کو قبول کر لیا جائے گا از روئے مجمل ہونے کے مختار مذہب پر۔

تشریح :۔ جرح کے مراتب: جرح کے مراتب جاننا بھی ضروری ہے کیونکہ جب تک راوی کے مرتبہ کا علم نہ ہوگا اس وقت تک حدیث کے مرتبے کا بھی تعین نہ ہو سکے گا کہ حدیث موضوع ہے یا متروک، ضعیف ہے یا حسن۔

جرح وتعدیل کا کام انتہائی احتیاط کا ہے اگر جرح کرنے والے نے ذرا سی بے احتیاطی کی تو اس کی بے احتیاطی کسی نیک وصالح مسلمان کے کردار کو داغ دار کر دے گی یا کسی فاسق اور بدعتی کو ثقہ بنا دے گی یاد رہے کہ راوی کے کردار سے حدیث کی حیثیت کا تعین کیا جاتا ہے۔

جرح کے مراتب تین ہیں (۱) بدترین جرح (۲) متوسط جرح (۳) معمولی

جرح۔

(۱) بدترین جرح :۔ بدترین جرح یہ ہے کہ جرح کرنے والا کسی راوی کے بارے میں صیغہ اسم تفصیل اکذب الناس استعمال کرے۔

(۲) متوسط جرح :۔ متوسط جرح یہ ہے کہ جرح کرنے والا کسی راوی کے بارے میں مبالغہ کا صیغہ استعمال کرے جیسے دجال، وضاع یا کذاب۔

(۳) معمولی جرح :۔ معمولی جرح یہ ہے کہ جرح کرنے والا کسی راوی کے بارے میں کہے کہ فلاں لین (فلاں نرم ہے یعنی روایت کرنے میں محتاط نہیں) یا فلاں سئ الحفظ (فلاں یاداشت کا کمزور ہے) یا فیہ مقال (اس میں کلام ہے)

تعدیل کے مراتب

جس طرح جرح کو جاننا ضروری ہے اسی طرح تعدیل کے مراتب جاننا بھی ضروری ہے اس سے بھی حدیث کے درجہ متفاوت ہو جاتے ہیں۔

تعدیل کے مراتب تین ہیں۔

(۱) اعلیٰ تعدیل:۔ اعلیٰ تعدیل یہ ہے کہ تعدیل کرنے والا کسی راوی کے بارے میں صیغہ اسم تفصیل اوثق الناس استعمال کرے۔

(۲) متوسط تعدیل :۔ متوسط تعدیل یہ ہے کہ تعدیل کرنے والا کسی راوی کے بارے میں تعدیل ایک صفت یا دو صفت سے موکد کرے جیسے فلاں ثقة ثقة یا فلاں حافظ یا ثقة۔

(۳) معمولی تعدیل :۔ معمولی تعدیل یہ ہے کہ تعدیل کرنے والا ایسے لفظ کہے جو (اگرچہ تعدیل کے لئے ہو) مگر وہ نرم ترین جرح کے قریب ہو جیسے فلاں شیخ یا یُروی حدیثہ (اس کی حدیثیں روایت کی جا سکتی ہیں)

تزکیہ :۔ تزکیہ وتعدیل اس شخص کی معتبر قرار دی جاتی ہے جو اس فن کے بارے میں پوری معلومات رکھتا ہو یعنی اسباب تزکیہ سے واقف ہو ورنہ وہ بغیر مہارت اور علم کے سرسری طور پر تزکیہ کر دے گا جو کسی طرح معتبر نہیں۔

اصح مذہب یہ ہے کہ صرف ایک ماہر فن کا تزکیہ درست ہے معتبر ہے چند حضرات نے عود شہادت یعنی کم از کم دو ماہروں کے تزکیہ کو معتبر مانا مگر یہ صحیح نہیں ہے۔

جرح و تعدیل کی تقسیم

جرح و تعدیل میں سے ہر ایک کی دو اقسام ہیں؛(۱) مبہم' (۲) مفسر۔

(۱) مبہم :۔ مبہم جرح اور مبہم وتعدیل وہ ہے جس میں جرح وتعدیل کا بیان کوئی سبب نہ کیا جائے۔

(۲) مفسر :۔ مفسر جرح وتعدیل وہ ہے جس میں جرح وتعدیل کا سبب بیان کیا جائے۔

جرح و تعدیل میں تعارض

جرح وتعدیل میں تعارض کی بظاہر چار صورتیں ہیں

(۱) جرح مبہم و تعدیل مبہم :۔ اس میں جرح غیر معتبر اور تعدیل معتبر ہے۔

(۲) جرح مبہم و تعدیل مفسر :۔ اس میں جرح غیر معتبر اور تعدیل معتبر ہے۔

(۳) جرح مفسر و تعدیل مبہم :۔ جرح معتبر اور تعدیل غیر معتبر ہے۔

(٤) جرح مفسر و تعدیل مفسر :۔ جرح معتبر اور تعدیل غیر معتبر ہے۔

نوٹ :۔ جرح مفسر کی قبولیت کی شرط یہ ہے کہ جرح کرنے والے غیر متعصب ہونے کے علاوہ متعنت ومتشدد بھی نہ ہو۔

جرح و تعدیل کی قبولیت کی شرط

ورع وتعدیل کرنے والے میں مندرجہ ذیل امور پائے جانے ضروری ہیں

علم تقویٰ، ورع، صدق، عدم تعصب معرفت اسباب جرح وتعدیل۔

فَصْلٌ ومعْرِفةٌ كُنى الْمُسمَّيْنَ وَأَسْمَاءِ الْمُكَنَّيْنَ وَمَنِ اسْمُهُ كُنيته وَمن اختُلف فى كُنْيَتِهِ وَمن كَثُرتْ كُناهُ او نُعُوْتُه ومَن وافقتْ كُنيتُه اسْمَ أَبِيْهِ اوبالعكس او كُنيتُه كُنيةَ زوْجته او وَافق اسْمُ شَيْخِهِ اسْمَ أَبِيْه وَمَنْ نُسِبَ إِلىٰ غَيْرأ بِيْه اوالى غَيْر مايَسْبِقُ الى الْفَهْمِ ومن اتَّفَقَ اسْمُه وَاسْمُ أَبِيْهِ وجدِّه او واسْمُ شَيْخِه وشَيْخ شَيْخِه ومن اتَّفَقَ اسْمُ شَيْخِه وَالرَّاوِىْ عَنْه۔

ترجمہ :۔ فصل :اوراسماء والوں کی کنیت کا جاننا اور کنیت والوں کے اسماء کا جاننا اور جس کا نام اس کی کنیت جاننا اور جس کی کنیت میں اختلاف ہو(اس کا جاننا) اور جس کی کنیتیں کثرت سے ہوں یااس کی بہت ساری صفات ہو(ان کا جاننا) اور جس کی کنیت اپنے باپ کے نام کے ساتھ موافق ہو یااس کا عکس (یعنی اس کے باپ کی کنیت اس کے نام سے موافقت کرے) (اس کا جاننا) یااس کی کنیت اس کی بیوی کی کنیت سے موافقت کرے یااس کے شیخ کا نام اس کے باپ کے نام سے موافقت کرے (ان کا جاننا) اور جو اپنے باپ کے علاوہ کسی دوسرے کی طرف منسوب ہو یا غیر کی طرف بنسبت کی جائے سمجھ میں آتی ہو(اس بات کا بھی جاننا) اور جن کا نام اپنے والداور اپنے دادا کے نام کے ساتھ موافق ہو یااس کے شیخ کا نام اس کے شیخ کے شیخ کے نام کے ساتھ موافق ہو(اس کا جاننا) اور جس کے شیخ کا نام اوراس کے روایت کرنے والے کا نام

متفق ہو جائے (ان سب باتوں کا جاننا بھی ضروری ہے)

تشریح :۔ محدثین کرام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات عالیہ واحادیث مبارکہ کو جمع کرنے میں جو سخت محنت کی اس کی مثال علوم ومعارف کی دنیا میں کہیں نہیں ملتی کہ نہ صرف ان محدثین نے احادیث مبارکہ کو جمع کیا بلکہ روایت کرنے والوں کی زندگی کے حالات کو بھی نقل کر دیا' ان کے نام' ان کی کنیت' ان کی صفات' یہاں تک کہ بیوی کی کنیت' باپ کی کنیت' ان کے شہران کے محلے غرضیکہ راوی کے تمام حالات لکھنا یعنی جن لوگوں نے احادیث مبارکہ کو محفوظ رکھنے کا کام کیا اللہ عزوجل نے قیامت تک کے لئے ان تمام محدثین اور راویوں کے حالات زندگی کو محفوظ کر دیا۔

محدثین کرام کا یہ عظیم احسان ہے کہ انہوں نے راویوں کی حالات زندگی نقل کر کے فن حدیث کو تقویت بخشی اور وضع حدیث کے فتنے کا سد باب کر دیا اور ساتھ ہی منکرین حدیث کے مکر وفریب سے امت کو نجات دلائی۔

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب کے آخر میں لکھتے ہیں کہ فن حدیث کے طالب علم کو مندرجہ ذیل امور کا جاننا ضروری ہے۔

نام والوں کی کنیتیں :۔ طالب علم حدیث کے لئے یہ جاننا ضروری ہے کیونکہ اگر وہ راوی کی کنیت سے واقف نہ ہوگا تو دوسری جگہ راوی کی کنیت دیکھ کر گمان کرے گا کہ یہ دوسرا شخص ہے اس طرح وہ دھوکا کھا جائیگا لہٰذا ضروری ہے کہ نام والوں کی کنیتیں جانی جائیں اسی طرح کنیت والوں کے نام' متعدد کنیتیں یا متعدد صفات وغیرہ وغیرہ ان سب میں دھوکا کھا جانے کا اندیشہ ہے لہٰذا ضروری ہے کہ ان سب باتوں کو جانا جائے۔

اس کی مثالیں مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) بعض راوی ایسے ہوتے ہیں جن کے نام ہی ان کی کنیت ہوتے ہیں مثلاً ابو بلال

اشعری انکا نام اور کنیت ایک ہی ہے۔
(۲) بعض راویوں کی متعدد صفات یا متعدد القاب ہوتے ہیں ان کا جاننا بھی ضروری ہے مثلاً حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دو۲ القاب ہیں صدیق اور عتیق۔
(۳) بعض راویوں کی متعدد کنیتیں ہوتی ہیں مثلاً ابن جریج رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دو کنیتیں ہیں ابوولید اور ابوخالد۔
(۴) بعض راویوں کی کنیت اور ان کی بیوی کی کنیت میں موافقت ہوتی ہے مثلاً حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کی زوجہ ام ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کنیت میں موافقت۔
(۵) بعض راویوں کے والد اور استاد کے نام میں موافقت ہوتی ہے مثلاً ربیع بن انس چنانچہ عن انس پڑھ کر یہ وہم ہوتا ہے کہ شاید راوی نے اپنے والد سے روایت کی ہے حالانکہ ایسا نہیں یہ ربیع بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں نہیں بلکہ آپ کے شاگرد ہیں۔
(۶) بعض راویوں کی نسبت ان کی ماں کی طرف کی جاتی ہے مثلاً ابن علیہ انکا نام اسماعیل بن ابراھیم بن مقسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور علیہ ان کی والدہ کا نام تھا آپ اس نام سے پکارا جانا پسند نہیں کرتے تھے۔
(۷) بعض راویوں کی نسبت سمجھ کی آسانی کیلئے کردی جاتی یہ مثلاً سلیمان تیمی قبیلہ بنو تیم کے فرد نہیں تھے اس قبیلے میں رہنے کی وجہ سے ان کو تیمی کہا جانے لگا۔
(۸) بعض راویوں کے نام ان کے والد کے نام اور ان کے دادا کے نام میں موافقت ہوتی ہے مثلاً حسن بن حسن بن حسن علی بن ابی طالب۔
(۹) بعض راویوں کے استاد اور استاد کے استاد کے ناموں میں موافقت ہوتی ہے مثلاً

عمران عن عمران عن عمران اسی طرح سلیمان عن سلیمان عن سلیمان پہلے سلیمان بن احمد بن ایوب طبرانی دوسرے سلیمان بن احمد الواسطی اور تیسرے سلیمان بن عبد الرحمٰن دمشقی۔

(١٠) بعض راویوں کے نام اوران کے استاد کے نام میں موافقت ہوتی ہے مثلاً مسلم عن مسلم پہلے مسلم بن الحجاج القیشری صاحب صحیح ہیں جبکہ دوسرے مسلم بن ابراھیم بصری ہیں۔

وَمَعْرِفَةُ الأَسْمَاءِ الْمُجَرَّدَةِ' وَالْمُفْرَدَةِ' وَالْكُنیٰ' وَالْاَلْقَابِ' وَ الْأَنْسَابِ' وتَقَعُ الی الْقَبَائِلِ' وإلی الأَوْطَانِ' بِلَاداً' اَوضِيَاعاً' اوسككاً' اَوْمُجَاوِرَةً وإلی الصَّنائعِ' وَالْحِرَفِ' ويَقَعُ فِيْهَا الإتفَاقُ والإِشْتِبَاهُ' كَالأَسْمَاءِ' وقَدْتَقَعُ اَلْقَاباً' ومَعْرِفَةُ أَسْبَابِ ذٰلِكَ۔

ترجمہ :۔ اور اسماء مجردہ اور مفردہ اور کنیتیں اور القاب کا جاننا اور نسبتوں کا جاننا بھی ضروری ہے' اور نسبتیں کبھی قبائل کی طرف اور کبھی وطنوں کی طرف واقع ہوتیں ہیں' خواہ وہ شہر ہو یا جائداد گلی کوچہ ہو پڑوس ہو اور کبھی نسبت کی جاتی ہے صنعت وحرفت کی طرف اوران میں (نسبتوں) میں اتفاق (موافقت) اور اشتباہ بھی واقع ہوتا ہے جس طرح کہ ناموں کے اندر ہوتا ہے۔ اور کبھی وہ (نسبتیں) القابات بن جاتیں ہیں۔ اور اس (یعنی نسبتوں کے القابات واقع ہونے) کے اسباب کا جاننا۔

تشریح :۔

اسماء مجردہ :۔ وہ راوی جو صرف نام سے مشہور ہوں اوران کی کوئی کنیت نہ ہو ان کو جاننا بھی ضروری ہے ایسے راویوں کے ناموں کو اسمائے مجردہ کہتے ہیں حافظ ابن حجر لکھتے

ہیں کہ ''بعض ائمہ حدیث نے ان کے ناموں کو بغیر کسی قید کے جمع کیا جیسا کہ ابن سعد نے طبقات میں اور ابن خیثمہ اور بخاری نے اپنی تاریخ میں اور ابن ابی حاتم نے ان کے نام جرح و تعدیل کے لحاظ سے جمع کیے اور اس میں ثقات کے نام عجلی اور ابن شاھین وغیرہ وغیرہ اور وہ جن پر جرح کی گئی ہے ابن عدی اور ابن حبان وغیرہ اور ان میں بعض، بعض کتابوں کے ساتھ مخصوص ہیں جیسا کہ بخاری کے راوی ابونصر اور مسلم کے راوی ابوبکر بن منجویہ وغیرہ وغیرہ۔

ان کو جاننے کا فائدہ یہ ہوگا کہ بخاری میں جہاں بھی انکا نام آئے گا ہمیں راوی کو دیکھ کر حدیث کا نام رکھنا آسان ہو جائے گا۔

اسماء مفردہ :۔ وہ راوی جو اپنے ناموں میں تنہا ہوتے ہیں ان کا ہم نام کوئی راوی نہیں ہوتا مثلاً صغدی بن سنان۔

کنیت مجردہ و مفردہ :۔ بعض راویوں کی صرف کنیت معلوم ہوئی ہے نام معلوم نہیں ہوتا اس کو کنیت مجردہ کہتے ہیں اور بعض راوی اپنی کنیت میں مفرد ہوتے ہیں یعنی کسی اور کی کنیت اس کی کنیت سے نہیں ملتی اس کو کنیت مفردہ کہتے ہیں۔

معرفت القاب :۔ القاب جمع ہے لقب کی راوی کے لقب کو جاننا بھی ضروری ہے اس کی مثالیں:

حضرت عبداللہ بن محمد جن کا لقب ضعیف ہے کیونکہ یہ کمزور جسم کے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ جن کا لقب ابوتراب بھی ہے اور حیدر کرار بھی

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جن کا لقب سیف اللہ ہے۔

نسبتیں :۔ راویوں کی نسبتوں کو جاننا بھی ضروری ہے نسبت کبھی قبیلے کی طرف کی جاتی ہے جیسے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ قبیلہ بنو غفار سے تعلق رکھتے تھے اسی طرح کبھی

نسبت وطن کی طرف کی جاتی ہے جیسے حضرت ابوداؤد بجستانی بجستان کے رہنے والے تھے اسی طرح امام بخاری بخارا کے رہنے والے تھے اور آپ کا نام محمد بن اسماعیل ہے۔

اسی طرح کبھی نسبت صنعت وحرفت کی طرف کی جاتی ہے مثلاً کسی کو خیاط (درزی) اور بزاز (کپڑے والا) کہہ کر یاد کیا جاتا ہے اس کے اس پیشے میں معروف ہونے کی وجہ سے اور کبھی نسبت ہی لقب بن جاتی ہے جیسا کہ خالد بن مخلد کوفی جن کا لقب قطوانی بن گیا۔

لقب و نسبت کی وجه جاننا :۔ لقب ونسبت کی وجہ جاننا اس لئے ضروری ہے کہ بعض مرتبہ کسی راوی کو جس لقب یا نسبت سے پکارا جاتا ہے وہ راوی کے نسبت یا لقب حقیقی نہیں ہوتا بلکہ کسی عارضہ کی وجہ سے اس کو وہ لقب یا نسبت دے دی جاتی ہے مثلاً:

ابو مسعود بدری :۔ ان کا نام سن کر وہم ہوتا ہے کہ یہ شاید بدری صحابی ہیں لیکن ان کو بدری کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ مقام بدر پر ٹھہرے تھے۔

معاویه بن عبد الكريم :۔ ان کو ''ضال'' کی نسبت سے یاد کیا جاتا ہے اس لئے نہیں کہ یہ گمراہ تھے بلکہ اس لئے کہ یہ مکہ جاتے ہوئے راستہ بھول گئے تھے۔

وَمَعْرِفَةُ الْمَوَالِيْ' من اعلیٰ وأسْفَلَ' بالرِّقِ' او بالْحَلْفِ' ومَعْرِفَةُ الإِخْوة وَالأَ خَوَاتِ' ومَعْرِفَةُ أَدَبِ الشَّيْخِ وَ الطَّالِبِ' وسِنِّ التَّحَمُّلِ والأَدَاءِ وَصِفة الضبط فی الكتابة وصفة كتابة الحديث وعَرْضِه' وسِمَاعِه' و إِسْمَاعِه' وَالرِّ حْلَةِ فِيْهِ' وَتَصْنِيفِه عَلَى الأَسَانِيْدِ اَو الْاَبْوابِ' اَوالْعِلَلِ' اَوالْاَطْرَافِ' ومَعْرِفَةُ سَبَبِ الْحَدِيْث' وَقَدْصَنَّفَ فِيْهِ بَعْضُ شُيُوْخِ

الْقَاضِيْ أَبِي يَعْلَىٰ بن الْفَرَّاء، وصَنَّفُوا في غالب هذه الأنواع، وهي نَقْلٌ مَحْضٌ، ظَاهِرَةُ التَّعْرِيْفِ، مُسْتَغْنِيَةٌ عن التَّمْثِيْل، فَلْتُرَاجِعْ مَبْسُوْطَاتُهَا، وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ۔

ترجمہ :۔ اور موالی کا پہچاننا اوپر کی طرف سے اور نیچے کی طرف سے بسبب غلامی کے یا بسب حلف اور بھائیوں اور بہنوں کا پہچاننا اور شیخ کے ادب اور شاگرد کے ادب کو جاننا اور حدیث حاصل کرنے اور آگے پہنچانے کی عمر معلوم کرنا اور کتابت میں غلطی نہ کرنا اور حدیث کو لکھنے اور حدیث کا مقابلہ کرنے اور اس کے سننے اور سنانے اور اس کے لئے سفر کرنے کے طریقے وغیرہ، کو جاننا بھی ضروری ہے۔

اور حدیث کی تصنیف کا جاننا مسانید پر یا ابواب پر یا علل پر یا اطراف پر اور حدیث کا سبب جاننا اور اس طریقے میں قاضی ابو یعلی بن فراء کے بعض شیوخ نے کتاب بھی تصنیف فرمائی ہے۔ اور مصنفین محدثین نے ان انواع کی بھی متعدد تصانیف کی ہیں، اور یہ سب منقول محض، ظاہرۃ التعریف، مثالوں سے مستغنی ہیں پس چاہئے کہ ان انواع کی بسیط تصانیف کی طرف رجوع کیا جائے اور اللہ تعالیٰ بہترین توفیق دینے والا ہے۔

معرفت موالی :۔ مولیٰ کی جمع موالی ہے لفظ مولیٰ کا اطلاق مالک پر بھی ہوتا ہے اور غلام پر بھی اور آزاد کرنے والے پر بھی اور آزاد ہونے والے پر بھی حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کو اعلیٰ اور ادنیٰ دو قسموں پر تقسیم کیا، مولیٰ بالرق، مولیٰ بالحلف۔

مولیٰ ہونے کی تین وجوھات ھیں:۔

(۱) مولیٰ العتق :۔ اس کی مثال کی ابو البختری الطائی ہے انکا تعلق قبیلہ طی سے نہ تھا بلکہ ان کا آقا قبیلہ طیی سے تھا جس نے ان کو آزاد کردیا تھا۔

(۲) مولیٰ الحلف :۔ باہمی امدادی معاہدے کی وجہ سے مولیٰ ہونا اس کی مثال امام

مالک بن انس الصبحی تیمی یہ تیمی باہمی امداد و معاہدے کی وجہ سے کہلاتے ہیں کیونکہ ان کے قبیلے کا بنو تیم کی ساتھ باہمی معاہدہ تھا۔

(۳) مولیٰ السلام :۔ کسی کے ہاتھ پر اسلام لانے کی وجہ سے مولیٰ ہونا مثال اس کی محمد بن اسماعیل بخاری الجعفی ان کے اجداد یمان بن الحسن جعفی کے ہاتھ پر اسلام لائے اسی لئے اس نسبت سے جعفی کہلائے۔

بھن اور بھائی کی معرفت :۔ ہر طبقہ کے راویوں کے بھائیوں اور بہنوں کی معرفت بھی ضروری ہے اس کا فائدہ یہ حاصل ہوگا کہ ہم وھم اور غلطی سے بچ جائیں گے مثلاً حضرت عبداللہ بن دینار اور عمرو بن دینار کا نام سن کر یہ وھم ہوتا ہے کہ شاید یہ دونوں بھائی ہیں حالانکہ ایسا نہیں صرف ولدیت میں مشابہت کی وجہ سے یہ وھم ہوگیا۔

محدث کے آداب :۔ محدث کا یہ جاننا بھی ازحد ضروری ہے کہ محدث کو کون کون سے آداب حدیث بیان کرتے ہوئے ملحوظ خاطر رکھنے چاہئیں تاکہ وہ خود بھی برکات وانوار سے مستفید ہوسکے اور دوسروں کو بھی فیوض و برکات پہنچائے۔

محدث کو چاہئے کہ نیت انتہائی خالص ہو اور کسی قسم کا دنیاوی لالچ نہ ہو نہ ہی مادی اسباب کا حصول مدنظر ہو۔

ایک محدث کا خوش اخلاق ہونا بہت ضروری ہے تاکہ لوگوں کو اس سے ایک محدث کی حیثیت کے علاوہ بھی انسیت اور محبت ہو۔

محدث کے لئے تواضع کا لازم پکڑنا بھی ضروری ہے یعنی صرف بوقت حاجت حدیث روایت کرے اور اگر کسی جگہ اس سے بڑا محدث موجود ہو تو وہاں ازراہ تواضع حدیث بیان کرنے سے پرہیز کرے اور حدیث کے سننے کے لئے آنے والوں کو بھی اسی کے پاس جانے کی ہدایت کرے۔

علم میراثِ نبوت ہے لہٰذا محدثین جو وارثین ہیں انہیں چاہئے کہ احادیث کا بہت ہی احترام کریں احادیث بیان کرتے وقت طہارت کا پورا پورا خیال رکھا جائے کھڑے کھڑے عجلت اور لاپرواہی کی حالت میں حدیث بیان کرنے کے بجائے وقار کے ساتھ حدیث روایت کرے۔

محدث ہونے کی حیثیت سے چاہئے کہ اپنے طلبہ کے ساتھ خیر خواہی کا ردیہ اپنائے خواہ طالب علم کا شوق اور نیت کتنی ہی کمزور ہو اسے سماع حدیث سے نہ روکے۔

محدث کو اگر بھولنے کی بیماری لاحق ہوگئی ہے تو چاہئے کہ روایت کرنا چھوڑ دے تاکہ احادیث میں کسی قسم کی غلطی یا اختلاط کا امکان نہ رہے۔

ایک محدث کو چاہئے کہ ذاتی زندگی میں بھی سچ بولے اور جھوٹ سے ہر وقت اپنے آپ کو محفوظ رکھے تاکہ اس کی صداقت کی لوگ گواہی دیں اور جب وہ حدیث بیان کرے تو لوگ بغیر کسی شک کے تسلیم کرلیں۔

شرعی احکام کی تعمیل اور ممنوعات سے پرہیز کرنا بھی ایک محدث کے لئے بے حد ضروری ہے تاکہ اس کا صاف کردار اور تقویٰ اس کے حدیث بیان کرنے میں معاون ثابت ہو۔

محدث جب حدیث روایت کرنے والا ہو اور دیکھے کہ حدیث کو سننے والوں کا ایک جم غفیر ہے تو چاہئے کہ حاضر دماغی کے ساتھ حدیث روایت کرے اور دوبارہ حدیث کو با آواز بلند آخری صفوں تک پہنچانے کی پوری کوشش کرے تاکہ کوئی بھی طالب حدیث حدیث کو کوئی سننے سے محروم نہ رہ جائے۔

طالب حدیث کے آداب :۔ طالب حدیث کو یہ جاننا بہت ضروری ہے کہ ایک طالب حدیث کو کن کن آداب کا پابند ہونا ضروری ہے تاکہ ان آداب کے طفیل علم

حدیث کے فیوض وبرکات کو اپنے دامن میں سمیٹ سکے کہ اگر ادب کوملحوظ خاطر نہ رکھا تو تمام تر انوار و برکات سے محروم رہ جانے کا قوی اندیشہ ہے۔ آداب درج ذیل ہیں۔

(۱) سب سے پہلے تو طالب حدیث کے لئے از حد ضروری ہے کہ اپنے استاد کی تعظیم واحترام کرے کہ باادب بانصیب۔

(۲) اپنی نیت کو خالص رکھے یعنی صرف اس لئے حدیث پڑھے کہ اللہ عزوجل اس سے راضی ہو جائے دنیاوی اسباب ومال ومتاع کو پیش نظر نہ رکھے۔

(۳) استاد سے حدیث سیکھنے میں کسی قسم کی شرم یا تکبر، نخوت نہ کرے کہ اپنے آپ کو حدیث شریف سیکھنے کے قابل نہ سمجھتے ہوئے یا پھر اپنے استاد کو کم علم سمجھنے کی وجہ سے علم حدیث کا استفادہ نہ چھوڑے۔

(۴) طالب حدیث کے لئے یہ بھی بے حد ضروری ہے کہ وہ اپنے استاد کے ساتھ ساتھ اپنی کتابوں اور اپنی درسگاہ سے محبت کرے انکا احترام کرے اور انہیں کسی بھی پہلو سے معمولی نہ سمجھے۔

(۵) اپنے استاد کی بات توجہ سے سنے اور سمجھے بلکہ لکھ بھی لے تاکہ بھول جانے کی صورت میں دیکھ کر یاد آ جائے اور جو احادیث یاد ہو چکی ہیں انہیں بار بار دہراتا رہے بار بار پڑھتا رہے تاکہ بھولنے کا امکان باقی نہ رہے اور اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے۔

(۶) ایک طالب حدیث کو باوقار انداز میں رہنا چاہئے اور ہنسی مذاق غیبت یا ساتھیوں یا استاد کی ہتک یا انہیں ستانے سے اپنے آپ کو ہر صورت میں بچانا لازم ہے۔

(۷) ہمیشہ سبق میں شروع سے آخر تک حاضر رہے اور غیر حاضری سے ہر ممکن حد تک بچے تاکہ استاد کی کوئی بات سننے سے نہ رہ جائے۔

(۸) اور ہمیشہ اللہ عزوجل کا احسان مند رہے اور شکر بجا لائے اور اپنے استاد کا مشکور رہے کہ اسے اللہ عزوجل کے محبوب ﷺ کے بابرکت اور پرانوار ارشادات سیکھنے اور پڑھنے کی توفیق مرحمت فرمائی۔

(۹) طالب حدیث کے لئے ایک بات اور بھی بہت ضروری ہے کہ وہ فرائض واجبات سنن کا اہتمام رکھے اور گناہوں سے پرہیز کرے ہر وقت کوشش میں لگا رہے کیونکہ علم بغیر عمل کے وبال اور عمل کے ساتھ ثمرات سے بھرپور ہے۔

تحمل حدیث کے لئے عمر :۔ اس بات کا جاننا بھی ضروری ہے کہ حدیث پڑھنے یا پڑھانے لئے کتنی عمر کا درکار ہونا ضروری ہے لہذا جان لینا چاہئے کہ علم حدیث حاصل کرنے یا روایت کرنے کے لئے کوئی مخصوص عمر کا ہونا ضروری نہیں بلکہ یہ حدیث اخذ کرنے اور روایت کرنے والے کی قابلیت اور شوق وطلب پر منحصر ہے۔ محدثین کی مجالس میں چھوٹے چھوٹے بچے بھی حاضر ہوا کرتے تھے اور ان کی لیاقت وقابلیت کی بناء پر صاحب مجلس انہیں درس حدیث دیا کرتے تھے۔ جہاں تک تعلق ہے اس بات کا کہ اگر کسی نے حالت کفر میں حدیث اخذ کی اور اسلام لانے کے بعد روایت کی یا اسی طرح اگر فاسق نے توبہ کرنے پہلے حدیث حاصل کی اور بعد از توبہ اسے روایت کیا تو ان دونوں امور میں حدیث کا اخذ کرنا اور روایت کرنا جائز ہے۔

نوٹ :۔ فن حدیث کا علم حاصل کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ محدث کی عمر معلوم کرے کہ اس طرح یہ معلوم ہو سکے کہ کیا اس کا سماع ان مشائخ سے ممکن ہے جن کا وہ نام لے رہا ہے یعنی جس سے وہ حدیث بیان کر رہا ہے۔

پس ضروری ہے حدیث کے طالب علم کے لئے کہ وہ حدیث پوری توجہ سے سنے۔

حدیث مبارکہ سنانے کا طریقہ :۔ محدثین نے حدیث مبارکہ سنانے میں تعظیم کا بہت خیال رکھا ہے جیسا کہ مطرف رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام مالک کے پاس جب کوئی آتا تو خادمہ دریافت کرتی حدیث پوچھنے آئے ہو یا کوئی فقہی مسئلہ؟ اگر وہ کہتے کہ فقہی مسئلہ امام مالک فورا باہر تشریف لاتے اور اگر وہ کہتے کہ حدیث شریف کے لئے آئے ہیں تو امام مالک غسل فرما کر لباس بدلتے خوشبو لگاتے پھر باہر نکلتے تو تخت بچھایا جاتا جس پر آپ بیٹھ کر پورے وقار اور پوری توجہ کے ساتھ حدیث سناتے۔

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے کسی نے انکی روایت کردہ حدیث بنی الاسلام علی خمس کو یوں پڑھ دیا الحج وصیام رمضان یعنی حج کو صوم پر مقدم کر کے پڑھا حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ٹوک دیا فرمایا ''لا'' صیام رمضان والحج یوں نہیں صیام رمضان پہلے اور حج بعد میں اس سے پتہ چلا کہ احادیث مبارکہ سناتے وقت الفاظ کی تقدیم وتاخیر بھی ذہن میں رہنی چاہئے اور پوری توجہ کے ساتھ حدیث مبارکہ سنانی چاہئے۔

حدیث مبارکہ سننے کے لئے سفر :۔ محدثین نے علم حدیث سیکھنے کے لئے بڑی مشقتیں اٹھائیں لمبے لمبے سفر کئے امام بخاری خود اپنے بارے میں فرماتے ہیں کہ دو بار مصر شام جانے کا اتفاق ہوا چار بار بصرہ گیا اور کوفہ اور بغداد اتنی بار گیا کہ ان کو شمار نہیں کر سکتا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور اکرم ﷺ کے چچا زاد بھائی تھے اور ہر وقت بارگاہ رسالت میں مصروف خدمت نظر آتے حضور ﷺ کے وصال کے وقت ان کی عمر ۱۳ سال تھی وہ اپنے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ جس کے

متعلق مجھے علم ہوتا کہ اس نے کوئی حدیث سنی ہوئی ہے تو اس کے پاس جا کر وہ حدیث سنتا اور یاد کر لیتا بعض لوگوں کے پاس جاتا تو وہ سو رہے ہوتے چنانچہ میں اپنی چادر ان کے دروازے کے باہر بچھاتا اور بیٹھ جاتا بسا اوقات میرا جسم گرد و غبار سے اٹ جاتا۔

اسی طرح حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک حدیث سننے کے لئے مصر سفر کرنا اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک حدیث سننے کے لئے شام سفر کرنے کا واقعہ بہت مشہور ہے۔

کتب حدیث کی تصنیف کا طریقہ جاننا بھی ضروری ہے کتب حدیث کی ترتیب و تدوین کے اعتبار مختلف قسمیں ہیں۔

(۱) جامع :۔ وہ کتاب ہے جس میں آٹھ مضامین کے تحت احادیث لائی جائیں۔
(۱) عقائد' (۲) سیر' (۳) آداب' (۴) فتن' (۵) مناقب' (۶) احکام' (۷) تفسیر' (۸) اشراط۔

صحاح ستہ میں سے بخاری اور ترمذی بالاتفاق جامع ہیں مسلم شریف میں اگرچہ یہ آٹھوں باتیں ہیں مگر تفسیر برائے نام ہے اس لئے اسے جامع نہیں کہا جاتا۔

(۲) صحیح :۔ جس کتاب کے مصنف نے صرف صحیح احادیث کو جمع کرنے کا التزام کیا ہو مثلاً صحیح بخاری' صحیح مسلم۔

(۳) مسند :۔ وہ کتاب ہے جس میں احادیث مبارکہ کو صحابہ کرام علیہم رضوان اللہ کے ناموں کی ترتیب سے جمع کیا گیا ہو یا وہ کتاب جس میں ہر صحابی کی مرویات کو الگ الگ جمع کیا گیا ہے مثلاً مسند امام احمد بن حنبل اور مسند حمیدی وغیرہ۔

(٤) سنن :۔ وہ کتاب جس میں ابواب فقہ کی ترتیب سے احکام کے متعلق احادیث مبارکہ ہوں جیسے سنن ابوداؤد' سنن نسائی' سنن ابن ماجہ وغیرہ

(۵) معجم :۔ وہ کتاب جس میں ترتیب شیوخ سے احادیث لائی جائیں جیسے معجم طبرانی۔

(٦) رسالہ :۔ وہ کتاب جس میں جامع کی آٹھ مضامین میں سے کسی ایک مضمون کے تحت احادیث مبارکہ لائیں جائیں۔

(۷) مفرد :۔ وہ کتاب جس میں صرف ایک شیخ کی مرویات کو جمع کیا گیا ہو جیسے دارقطنی کی کتاب' کتاب الافراد وغیرہ۔

(۸) مستدرك :۔ وہ کتاب ہے جس میں ان احادیث کو درج کیا جائے جو کسی اور مصنف سے رہ گئی ہوں جیسے حاکم کی مستدرک علی الصحیحین وغیرہ۔

(۹) اربعین :۔ وہ کتاب جس میں چالیس احادیث ہوں جیسے امام نووی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی اربعین نووی وغیرہ۔

(۱۰) اطراف :۔ وہ کتاب جس میں حدیث کا کوئی ایسا حصہ ذکر کیا جائے جو بقیہ حدیث پر دلالت کرتا ہو پھر اس کی تمام سندوں کو یا مخصوص کتابوں کی سندوں کو جمع کر دیا جائے جیسے اطراف الکتب الخمسہ لابی العباسی اور اطراف المزی۔

۷۸۶
مدینہ
۹۲

الصلوۃ والسلام علیک یا کاشف الحقائق

''المدینۃ العلمیۃ۔ ایک تعارف''

المدینۃ العلمیۃ ایک ایسا تحقیقی و اشاعتی ادارہ ہے جو علمائے اہلسنت خصوصاً اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا شاہ احمد رضا خان (رحمۃ اللہ علیہ) کی گراں مایہ تصنیفات کو عصر حاضر کے تقاضوں کے پیش نظر سہل ترین اسلوب میں پیش کرنے کا عزم رکھتا ہے الحمد للہ اس انقلابی عزم کی تکمیل اپنے ابتدائی مراحل میں داخل ہو چکی ہے۔ **المدینۃ العلمیۃ** کا منصوبہ بفضلہٖ تعالیٰ وسیع پیمانہ پر مشتمل ہے جس میں علوم مروّجہ کی تقریباً ہر صنف پر تحقیقی و اشاعتی کام شامل منشور ہے یوں وقتاً فوقتاً گراں قدر اسلامی تحقیقی لٹریچر منظر عام پر لاکر متعارف کروایا جائے گا اور علوم اسلامیہ کے محققین حضرات کے ذوق تحقیق کی تسکین کا بھی وسیع پیمانہ پر سامان کیا جائے گا نیز مرور زمانہ کی وجہ سے جن تصنیفات کا لب و لہجہ اور انداز تفہیم متاثر ہو چکا ہے ان کو نئے اسلوب و آہنگ اور جدید انداز تفہیم سے آراستہ کر کے ایک عام پڑھے لکھے فرد کیلئے قابلِ مطالعہ بنانا بھی **المدینۃ العلمیۃ** کی بنیادی ترجیحات میں شامل ہے۔

امام اہلسنت (رحمۃ اللہ علیہ) کے حوالے سے **المدینۃ العلمیۃ** ایک مضبوط و مستحکم لائحہ عمل کا حامل ہے جو اس کے قیام کی اغراض میں سے سب سے اوّلین ترجیح ہے۔ امام اہلسنت (رحمۃ اللہ علیہ) کی علمی و تحقیقی تصنیفات بلاشبہ علوم اسلامیہ کا شاہکار ہیں مگر عصر حاضر میں نشر و اشاعت کے جو نئے رجحانات متعارف ہو چکے ہیں ان کا تقاضہ ہے

کہ علوم اسلامیہ کے ان شہ پاروں کو حواشی و تسہیل کے زیور سے آراستہ کر کے شائع کیا جائے جس سے نہ صرف یہ فائدہ ہوگا کہ ان تصنیفات کی مقبولیت میں اضافہ ہوگا بلکہ ہر عام و خاص یکساں طور پر ان سے مستفید بھی ہو سکے گا۔

اس کے علاوہ دیگر جدید و قدیم علمائے اہلسنت (علیہم الرحمۃ) کی تصنیفات کو مع تراجم، حواشی، تخریج اور شروح کے منظر عام پر لایا جارہا ہے جن میں نصابی اور غیر نصابی دونوں طرح کی تصنیفات شامل ہیں، نصابی کتب کے حوالے سے یہ امر قابل ذکر ہے کہ نہ صرف دینی مدارس کی نصابی کتب پر کام ہورہا ہے بلکہ اسکول، کالجز اور جامعات کی نصابی کتب پر بھی کام منشور میں شامل ہے اس قدر وسیع پیمانہ پر تحقیقی کام یقیناً بغیر تعاون کے ناممکن العمل ہے لہذا اسلامی علوم کے شائقین کے ہر طبقہ سے گذارش ہے کہ تحقیق و اشاعت کے اس میدان میں ہمارے ساتھ علمی و قلمی تعاون کے سلسلے میں رابطہ فرمائیے۔ آیئے مل کر علوم اسلامیہ کے تحقیقی و اشاعتی انقلاب کے لئے صف بہ صف کھڑے ہو جائیں اور اپنی قلمی کاوشوں سے اس کی بنیادوں کو مضبوط کریں۔

ع صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کیلئے

Email: ilmia26@hotmail.com

P.O. Box.: 18752